ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

40

www.tanzeem.org

8تا14 اکتوبر2013ء/2تا8ذوالحجہ1434ھ

نفس پرستیوں کوذبح کردو!

تم اللہ کے حضورحج کے دن اورعید کی صبح کوجبکہ خلیل اللہ نے اپنی بیٹے کی گردن پرچھری رکھی تھی،مسکینوں اورلاچاروں کی طرح گرجاؤ،

اپنی سرکشیوں اورنفس پرستیوں کے گوسالہ کوذبح کردو!

اورگڑگڑا کردعا مانگوکہ خداوندا! زمین کی سب سے بڑی مصیبت،انسانی معصیت کے سب سے بڑے عذاب اورانقلابِ اقوام ومِلل کے سب سے زیادہ مہیب موسم کے وقت ابراہیم واسمٰعیلؑ کی ذُرّیت کونہ بُھلائیو،اوراُن کے گُناہوں کومعاف کردیجیو!

علی الخصوص عید کے دِن جب اُس کے حضورکھڑے ہوتواپنے گناہوں کویادکرو۔

تم میں ایک رُوح بھی ایسی نہ ہوجوتڑپتی نہ ہو،اورایک آنکھ بھی ایسی نہ ہوجس سے آنسوؤں کے چشمے نہ بہہ رہے ہوں۔

یادرکھوکہ دل کی آہوں اورآنکھوں کے آنسوؤں سے بڑھ کراُس کی درگاہ میں کوئی شفیع نہیں ہوسکتا۔

پس جس طرح بھی ہوسکے،اپنے خُداکوراضی کرواوراُسے منالو،کیونکہ تم نے اپنی بدعملیوں سے اُسے غُصہ دلایااوراُس کے پاک حُکموں کی پرواہ نہ کی!

حقیقۃ الحج

مولاناابوالکلام آزادؒ

اس شمارے میں

مصرکی صورتحال اور تنظیم اسلامی کا منہج

منافقین کا کردار اور انجام

قربانی اوراُس کی فضیلت

بجلیاں بھی پناہ دیتی ہیں

نوازمنموہن ملاقات،دینے والے بنو!

پشاور میں دہشت گردی اور مذاکرات کا مستقبل

سید احمد شہیدؒ

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

سُورۃ اِبْرٰھِیْم

(آیات:42تا45)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ﴿۴۳﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۙ﴿۴۴﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

آیت ۴۲ ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ﴾ ''اور آپ ہرگز نہ سمجھیں اللہ کو غافل اُس سے جو یہ ظالم کر رہے ہیں۔''

﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾﴾ ''یقیناً وہ انہیں مہلت دے رہا ہے اُس دن تک جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔''

آیت ۴۳ ﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾﴾ ''وہ دوڑتے ہوں گے (محشر کی طرف) اپنے سروں کو اوپر اٹھائے، نہیں لوٹے گی ان کی طرف ان کی نگاہ، اور ان کے دل اُڑے ہوئے ہوں گے۔''

خوف اور دہشت کے سبب نظریں ایک جگہ جم کر رہ جائیں گی اور اِدھر اُدھر حرکت کرنا بھی بھول جائیں گی۔ یہ میدانِ حشر میں لوگوں کی کیفیت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آیت ۴۴ ﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) خبردار کر دیجیے لوگوں کو اُس دن سے جب ان پر عذاب آئے گا''

﴿فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ﴾ ''تو کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کی روش اختیار کی تھی: اے ہمارے پروردگار! ہمیں مہلت دے دے بس تھوڑی سی مدت تک، ہم تیری دعوت قبول کر لیں گے اور رسولوں کی پیروی کریں گے۔''

﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾﴾ ''(جواب میں کہا جائے گا) کیا تم وہی لوگ نہیں ہو جو پہلے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں ہے۔''

کہ ہمارا اقتدار، ہماری یہ شان و شوکت، ہماری یہ جاگیریں، یہ سب کچھ ہماری بڑی سوچی سمجھی منصوبہ بندیوں کا نتیجہ ہے، انہیں کہاں سے زوال آئے گا!

آیت ۴۵ ﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور تم آباد تھے ان ہی لوگوں کے مسکنوں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا''

تمہارے آس پاس کے علاقوں میں وہ قومیں آباد تھیں جو ماضی میں اللہ کے عذاب کا نشانہ بنیں۔ قومِ عاد بھی اسی جزیرہ نمائے عرب میں آباد تھی، قومِ ثمود کے مساکن بھی تمہیں دعوتِ عبرت دیتے رہے، قومِ مدین کا علاقہ بھی تم سے کچھ زیادہ دور نہیں تھا اور قومِ لوط کے شہروں کے آثار سے بھی تم لوگ خوب واقف تھے۔

﴿وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾﴾ ''اور تم پر اچھی طرح واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا، اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں۔''

ان کے حالات پوری طرح کھول کر تم لوگوں کو سنا دیے گئے تھے۔ یہ تذکیر بایام اللہ کی تفصیلات کی طرف اشارہ ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہیں اور اس سلسلے میں حضور ﷺ سے اسی سورت کی آیت ۵ میں خصوصی طور پر فرمایا گیا: ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ﴾ ''کہ آپ اللہ کے دنوں (اقوامِ گزشتہ کے واقعاتِ عذاب) کے حوالے سے ان لوگوں کو خبردار کریں۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

مصر کی صورتحال اور تنظیم اسلامی کا منہج

تحریکِ اسلامی کے ترجمان رسالے پندرہ روزہ ''نشور'' کی 16 تا30 ستمبر 2013ء کی اشاعت میں مدیر جناب تسنیم احمد صاحب نے احساسات کے عنوان سے اپنے اداریہ میں صفحہ 5 پر تحریر فرمایا:

''اس سارے خوں چکاں آزمائش کے دور میں ایک اور زاویہ نگاہ ہے جس پر گفتگو ضروری ہے، وہ یہ کہ نام نہاد عرب بہار میں مظاہروں اور دھرنوں کے نتیجے میں اخوان برسرِ اقتدار آئی، چنانچہ اسلام کے احیا کے لئے کام کرنے والے وہ حضرات جو مسلح جدوجہد کے ساتھ جمہوری طریقوں اور ووٹوں کے بھی مخالف ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ دعوت کے بعد ایک معتد بہ تعداد کو ہم نوا بنا کر گھیراؤ اور دھرنوں کے ذریعے نظام زندگی کو دوبارہ اسلامی پٹڑی پر لایا جاسکتا ہے، وہ اس سارے معاملے کا تجزیہ کریں کہ کیا اخوان کے اس عظیم دھرنے کے تجربے کی روشنی میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے گھیراؤ کو منہج نبویؐ کہا جاسکتا ہے؟ اخوان نے یہ دھرنا کامل اسلامی انقلاب کے نام پر نہیں دیا تھا، وہ ایک معروف بات لے کر اٹھے تھے کہ آئینی طریقے سے قائم حکومت کو فوج برطرف نہیں کرسکتی۔ لہٰذا نعرہ یہ تھا مرسی کی حکومت بحال کرو، یہ ایک ایسا کاز تھا جس میں ہر حق پسند مصری انسان کا انہیں تعاون حاصل ہونا چاہئے تھا۔ تمام اسلامی ممالک کے فوجی جنرلز امریکا اور یورپ کے وار کالجز (war colleges) کے فارغ التحصیل یا ان کے اساتذہ سے فیض یافتہ اور تہذیب مغرب سے مرعوب اپنی ہی قوم کو فتح کرنے کے نشے میں چور رہتے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ امریکی ڈالر ان کو دینار و درہم کا بندہ بنا چکے ہوتے ہیں۔ آج کی مسلم دنیا کی سب سے بڑی مصیبت اور منکر یہ فوجی جنرلز ہیں۔ ایک ایسے ماحول میں جب عرب بہار کا غلغلہ تھا اور یورپ اس بہار کی مدح سرائی کررہا تھا، غریب اخوانیوں نے جانا کہ اس ایک منکر کو مٹانے کی آواز پر ساری قوم ساتھ دے گی اور دنیا ان کی مدد کو آئے گی۔ منکر کو مٹانے کے لئے اخوان کے اس تجربے کو سامنے رکھیے اور بانیٔ تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' کے بالکل آخری صفحہ پر موجودہ دور کے لئے انقلاب کا نسخہ مطالعہ فرمایئے۔ ہم نے حوالے کی آسانی کی خاطر اس کو اسی شمارے میں صفحہ 14 پر نقل کردیا ہے۔

فی الوقت میں نہیں چاہتا کہ اِس پر اظہارِ خیال کروں تنظیم کا یہ فرض بنتا ہے کہ اخوان کے اس تجربے پر اپنا تجزیہ پیش کرکے اپنے منہج کا دفاع کریں۔ ان کی جانب سے جو بات سامنے آئے گی اس پر سمجھنے سمجھانے کے لیے اخلاص سے گفتگو ہوسکے گی۔''

اس کے بعد صفحہ 14 پر جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب ''منہج انقلاب نبویؐ'' سے ایک اقتباس یوں نقل کیا گیا ہے:

''اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتیٰ کہ جان تک دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی؟ فوج کتنوں کو اپنی گولیوں سے بھونے گی؟ اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر واستقامت کا ثبوت دیا تو پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں، ہمارے ہی اعزہ واقرباء ہیں، یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے قیام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں؟ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوگی، جیسا کہ ایران میں ہوا کہ شہنشاہِ ایران جیسے آمر مطلق کو بھی ایسی صورت حال میں باحسرت ویاس ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا۔ تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو تحریک کی کامیابی کی ہیں۔

ایک تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہوجائے۔ اس صورت میں جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گی، ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ وہ، ان شاء اللہ العزیز، اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے۔ یہ واضح رہنا چاہئے کہ ہم نظام کو بالفعل بدلنے کے مکلّف اور ذمہ دار نہیں ہیں، البتہ اس کو بدلنے کی جدوجہد ہم پر فرض ہے۔ مزید براں انہی جان نثاروں اور سرفروشوں کے خون اور ہڈیوں کی کھاد سے، ان شاء اللہ، جلد یا بدیر کوئی نئی انقلابی اسلامی تحریک ابھرے گی جو طاغوتی استحصالی اور جابرانہ نظام کو للکارے گی اور اس طرح وہ وقت آکر رہے گا جس کی خبر الصادق المصدوق ﷺ نے دی ہے کہ پورے کرۂ ارض پر اللہ کا دین اسی طرح

تاخلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

8 تا14 اکتوبر 2013ء — جلد 22
2 تا 8 ذوالحجہ 1434ھ — شمارہ 40

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000

فون:36366638-36316638 فیکس:36313131

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700

فون:35869501-03 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

غالب ہوکر رہے گا جس طرح آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہوا تھا۔
(ڈاکٹر اسرار احمدؒ، منہج انقلاب نبویؐ، کا آخری صفحہ 376)

اس تحریر کے جواب میں تنظیم اسلامی کی طرف سے جناب تسنیم احمد صاحب کو یہ خط ارسال کیا گیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم ومکرم جناب تسنیم احمد صاحب

مدیر پندرہ روزہ ''نشور'' کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محترم تسنیم احمد صاحب! سب سے پہلے تو میں آپ کو اس طرزِ تحریر اور اِس طرزِ اختلاف پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو آپ نے اپنایا ہے۔موجودہ دور میں بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی لیڈر اور بڑے بڑے نامور محرر اپنی تقریر وتحریر میں چھوٹے اور معمولی اختلافات پر جس طرح طعن وتشنیع کے تیر برساتے ہیں، اس سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ان شاء اللہ سمجھنے سمجھانے کے حوالے سے آپ تنظیم کے ذمہ داران کو ہر وقت گفتگو اور تبادلۂ خیال کے لیے تیار پائیں گے۔

تسنیم صاحب! تنظیم اسلامی کے موقف کے دفاع کے حوالہ سے عرض ہے:

(۱) آپ دو مختلف منہاج کو گڈ مڈ کریں گے تو باوجود یہ کہ آپ ایک جیسے مرحلہ تک پہنچ جائیں، تب بھی ناممکن نہ سہی یہ انتہائی مشکل ہے کہ ایک جیسا نتیجہ برآمد ہو۔

(۲) تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے اڑتیس سال ہو چکے ہیں۔آپ تنظیم کی طرف سے منہج کے حوالہ سے اصولی موقف اور لائحہ عمل کے بارے میں شاید ہی کسی لچک یا تبدیلی کی نشاندہی کر سکیں۔دوسری طرف الاخوان المسلمون نے مختلف مواقع پر کتنی بار اپنے اصولی موقف میں لچک پیدا کی، وہ آپ کے سامنے ہے۔دعوت وتبلیغ کی اساس پر قائم ہونے والی جماعت کبھی شاہ فاروق کے خلاف فوجی بغاوت میں جنرل نجیب اور جمال عبدالناصر سے تعاون کرتی ہے اور کبھی انتخابات کے ذریعے اقتدار میں آنے کے لیے مصر کی حقیقی مقتدر قوتوں کے لیے خود کو قابل قبول بناتی ہے۔جبکہ تنظیم اسلامی کو اپنے پہلے دن کے موقف پر ڈٹے رہنے پر عام طور پر یہ طعنہ سننا پڑتا ہے کہ اڑتیس برس میں صرف اتنی تعداد؟ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہم الاخوان المسلمون کے خلوص واخلاص پر رتی بھر شبہ نہیں کرتے، یہ صرف اپنے ہدف تک پہنچنے کے لیے بے تابی کا اظہار ہے۔

(۳) ڈاکٹر اسرار احمدؒ جب اپنی آئیڈیل اسلامی جماعت کو آخری مرحلہ' جسے اُنہوں نے تصادم کا مرحلہ قرار دیا ہے' میں پہنچاتے ہیں، اُس وقت تک اس جماعت نے اقتدار میں آنا تو دور کی بات ہے اُس کو قریب سے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔وہ غیر شرعی قوانین اور غیر اسلامی نظام کے خلاف جہاد باللسان کرتے کرتے بالآخر اس نظام کو مفلوج کرنے کے لیے غیر مسلح ہوکر میدان میں نکلیں گے۔اِس پس منظر میں خاموش عوامی ہمدردی حاصل ہوجانا فطری اور عقلی بات ہے۔جبکہ الاخوان المسلمون نے انتخابات میں فتح حاصل کی۔حکومت بنانے میں النور پارٹی کی حمایت حاصل کی۔آپ کو یاد ہوگا کہ اس کے باوجود اُنہیں کٹر سیکولر فوج کی قیادت سے مذاکرات کرنا پڑے تھے۔حالات بتاتے ہیں فوج نے اُنہیں بادل نخواستہ اقتدار منتقل کیا تھا۔یقیناً الاخوان المسلمون کی یہ پالیسی ہوگی کہ وہ بتدریج فوج کی قوت کو کم کردے گی۔پھر عدلیہ بھی اُن سے تعاون نہیں کر رہی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی نظریاتی جماعت یا نظام بدلنے کی خواہش رکھنے والی جماعت انتخابات کے ذریعے برسرِ اقتدار آتی ہے تو صرف مقننہ تبدیل ہوتی ہے۔سول، ملٹری اور عدالتی بیوروکریسی پرانے نظام والی ہی رہتی ہیں جو انقلابی جماعت کو زیادہ سے زیادہ اتنی ہی دیر میں ناکام بنا دیتی ہیں جتنی دیر میں مصر میں مرسی حکومت کو ناکام بنایا گیا ہے۔پھر یہ کہ مرسی حکومت کو بیرونی امداد بھی نہ مل سکی، لہٰذا وہ ایک سال میں عوام کو کوئی ریلیف نہ دے سکے۔عوام کا وجوہات اور اسباب سے تعلق نہیں ہوتا، وہ نتائج پر نظر رکھتے ہیں اور اس بنیاد پر اپنا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔لہٰذا یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ایک سال میں کسی قدر عوام میں بھی مایوسی آ گئی تھی۔النور پارٹی بھی انقلابی اقدام نہ کرنے پر اُن سے ناراض تھی اور آخر میں وہ مرسی مخالف مظاہروں میں شامل ہوکر صدر مرسی کے استعفا کا مطالبہ کر رہی تھی۔جہاں تک اسلامی انقلابی جماعت کا تعلق ہے وہ تو اس مرحلہ پر شریعت نافذ کرنے اور مکمل اسلامی نظام اپنانے کا مطالبہ کر رہی ہوگی اور اُس کی یہ پیشکش بھی موجود ہوگی کہ اگر موجودہ قیادت رجوع کرکے وطن عزیز کو مکمل اسلامی فلاحی ریاست بنا دینے پر دلی آمادگی ظاہر کردے اور عملاً اِس کا ثبوت بھی فراہم کردے تو اسلامی انقلابی جماعت قیادت کی تبدیلی کا مطالبہ نہیں کرے گی۔اس سے عوام پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ اسلامی جماعت کو صرف اسلامی نظام سے غرض ہے اقتدار کی بہرصورت خواہش مند نہیں (اس سے عوام کی خاموش معاونت اور ہمدردی حاصل ہوگی جو بہت قیمتی ہوتی ہے)۔البتہ پرانے نظام سے قیادت کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں، لہٰذا کسی مطالبے پر ایسی تبدیلی کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔دوسری صورت میں فوج تشدد کرے گی اور یقیناً بے حد تشدد کرے گی لیکن تنظیم کی رائے میں مصری فوج کی طرح تمام حدود سے تجاوز نہیں کرے گی۔اِس کی مزید وضاحت اگلے نکتہ میں آجائے گی۔

(۴) مصر اور ہندوستان کا تاریخی پس منظر بہت مختلف ہے۔لہٰذا یہاں رہنے والوں کی ذہنی اور قلبی کیفیت میں بھی نمایاں فرق ہے۔مصری عوام ہزاروں سال سے قدیم و جدید فرعونوں کے شکنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔حکمرانوں کا ظلم وستم ڈھانا اور عوام کا سہنا اور برداشت کرنا اور حکمرانوں کو اپنا آقا تسلیم کرنے کی روش رکھنا یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔لہٰذا حکمرانوں کے ظلم وستم کے سامنے ڈھیر ہوجانے کی مصر میں روایت چلی آتی ہے۔جبکہ عوامی سطح پر مسلمانانِ ہندوستان کا مذہب سے تعلق انتہائی جذباتی رہا ہے، اگرچہ وہ باعمل مسلمان نہ بھی ہوں، بدکردار سے بدکردار مسلمان نماز پڑھے نہ پڑھے اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر جان لینے اور دینے پر تیار ہوجاتا ہے۔اس جذباتیت سے فوج کی اعلیٰ قیادت تو محروم ہوگی لیکن جونیئر افسر اور سپاہی سے لے کر لانس نائیک تک جوان بھرپور انداز میں عوامی طرز کی جذباتیت رکھتے ہیں۔جب نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے لاشوں پر لاشیں گر رہی ہوں گی تو میں کافی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ بالآخر کوئی سپاہی اپنی بندوق کا رخ پھیر سکتا ہے، کوئی کپتان یا میجر اپنے کمانڈر کو ''نو مور سر'' کہہ سکتا ہے۔ہمارا فوجی ان مسلمان ہندوستانی فوجیوں کی اولاد ہے جس نے اِس افواہ پر کہ اُنہیں فراہم کردہ بارود میں سور کی چربی ملی ہوئی ہے انگریز کا حکم ماننے اور اس بارود کو استعمال کرنے سے انکار کردیا تھا۔مذہب کے حوالہ سے یہ جذباتیت جو جونیئر افسروں اور سپاہیوں میں موجود ہے اور جس کا اظہار موجودہ دور میں بھی ہو چکا ہے جس کے ذکر سے بات بہت طویل ہوجائے گی۔تاہم اگر کوئی ڈاکٹر صاحبؒ کی تجویز سے یہ سمجھتا ہے کہ چند سو انقلابیوں کی شہادت کے بعد پاکستانی فوج ہاتھ اٹھادے گی۔ (باقی صفحہ 9 پر)

منافقین کا کردار اور انجام

سورۃ المجادلہ کی آیات 5 تا 8 کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 27 ستمبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد!

حضرات! سورۃ المجادلہ ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ قرآن حکیم کی آخری منزل کی آٹھویں سورت ہے۔ اس سے پیچھے سورۃ الحدید سے دس مدنی سورتوں کے گروپ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ مدنی سورتیں مدنی دور کے بھی نصف آخر سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس دور میں ایک طرف مسلمانوں کا معاشرہ تشکیل پا رہا تھا، دوسری طرف دشمنوں مشرکین، خاص طور پر یہود کے ساتھ محاذ آرائی بتدریج آگے بڑھ رہی تھی۔ تیسری جانب منافقین کا ایک گروہ وجود میں آ گیا تھا جو اصلاً تو مسلمانوں کی صفوں میں سمجھے جاتے تھے، حضور ﷺ کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے تھے، اور بڑے اہتمام سے قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کا بار بار اظہار کرتے تھے، لیکن قرآن کہتا ہے کہ وہ اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۱)﴾ (المنافقون)

''(اے محمدؐ) جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو (ازراہ نفاق) کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بیشک اللہ کے پیغمبرؐ ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت تم اس کے پیغمبرؐ ہو لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔'' وہ زبان سے آپؐ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے، مگر دل سے نہیں مان رہے تھے۔ قرآن پر ایمان لانے کے دعوے دار تو تھے، لیکن رسول کا جو مقام ہے، وہ مقام رسول کو دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اِن آیات کی روشنی اور منافقین کے کردار کے آئینے میں اور آج ہم اپنے معاشرے کے بھی ایک بہت بڑا طبقہ کی تصویر دیکھ سکتے ہیں، جو اسلام کے حوالے سے وہی روش اپنائے ہوئے ہیں جو کل منافقین اپنائے تھے۔ منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ اسلام کے خلاف یہود کی سازشوں میں ان کے آلۂ کار بن جاتے تھے اور ان کے ایجنڈے کو آگے بڑھاتے تھے۔ اُن کی ہمدردیاں اسلام کی بجائے اسلام کے دشمنوں کے ساتھ تھیں، اور اسلام دشمنوں ہی کی طرح اسلام کو ناکام بنانے کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔ تو یہ کردار جو اس وقت موجود تھا، آج بھی موجود ہے۔ مدنی سورتوں میں غلبۂ اسلام کی جدوجہد میں رخنے ڈالنے اور دشمنوں کے آلۂ کار بننے والے مسلمانوں کے کردار کو بے نقاب کیا جا رہا ہے۔ اس طرح رہتی دنیا تک مسلمانوں کو بتا دیا کہ اسلام کی راہ میں اگر یہ تکلیفیں، رکاوٹیں اور مشکلات نبی ﷺ کو پیش آئیں تو قیامت تک جب بھی یہ جدوجہد ہو گی، اس قسم کے عناصر ظاہر ہوتے رہیں گے۔ ان کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے بچنا ہو گا اور اس سلسلہ میں قرآن اور سیرت مطہرہ دونوں سے رہنمائی لینی ہو گی۔ پھر ان سورتوں میں منافقین کے گھناؤنے کردار کے علاوہ کچھ ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جو اسلام کے عملی تقاضوں کو تو پورا نہیں کر رہے تھے، لیکن اسلام کے حوالے سے ابھی منفی جذبہ ان کے دل میں نہیں آیا، بلکہ انہیں کوتاہی کا بھی احساس تھا۔ ایسے طبقے کو بھی جگانے کے لیے جھنجھوڑا گیا ہے۔

سورۃ المجادلہ کی ابتدائی چار آیات کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں، جن میں ظہار کا بیان تھا۔ اس واقعے کے بعد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (۵)﴾ (المجادلة)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں وہ (اسی طرح) ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے گئے تھے اور ہم نے صاف اور صریح آیتیں نازل کر دی ہیں۔ جو نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہو گا۔''

پیچھے (ظہار کے بیان میں) لفظ مجادلہ آیا تھا۔ خولہ بنت ثعلبہؓ نبی کریم ﷺ سے یہ ''مجادلہ'' ظہار کی بابت کر رہی تھیں۔ مجادلہ وہ بحث ہے جو خیر کے لیے بھی ہو سکتی ہے، اور شر کے لئے بھی۔ اس کے برعکس ''محادہ'' کا لفظ جو یہاں آیا ہے یہ محاذ آرائی اور خواہ مخواہ کی مخالفت کا نام ہے۔ یہ یہود کا کردار تھا۔ اور اُن کے زیر اثر منافقین بھی یہی کردار ادا کر رہے تھے۔ وہ اللہ، رسول ﷺ اور قرآن کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اور مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ مخالفت سے مراد اللہ کی حدوں کو نہ ماننا اور اُن کے بجائے کچھ دوسری حدیں اور قانون مقرر کرنا ہے۔ ابن جریر، طبری اور بیضاوی نے اِس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔ یہاں صاف بتا دیا گیا کہ پچھلی قومیں جنہوں نے منافقانہ کردار ادا کیا، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور بغاوت کی روش اپنائی، وہ بالآخر ذلیل و خوار ہوئیں۔ اس انجام بد سے وہ لوگ بھی نہ بچ سکیں گے جو اب مسلمانوں کا حصہ ہو کر وہی روش اپنا رہے ہیں۔ تحویل قبلہ کا واقعہ ہوا تو منافقین نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ یہ کیسا دین ہے کہ کل تک جو لوگ شمال کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اب انہوں نے جنوب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اگر وہ قبلہ درست تھا تو پھر ہم اب غلط ہو گئے اور اگر اب صحیح ہے تو پہلے ہم نے جو نمازیں پڑھیں وہ ضائع ہو گئیں۔ یہ ہے وہ مخالفانہ انداز جو یہود کے زیر اثر منافقین اپنائے ہوئے تھے۔ ظہار کا حکم نازل ہونے کے بعد اس بات کا امکان تھا کہ منافقین اس کو بھی پروپیگنڈے کا ایشو بنا دیتے جیسے کہ ان کی عادت تھی۔ لہٰذا قرآن نے تنبیہ کے طور پر فوراً ہی بتا دیا کہ وہ لوگ کہ جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کے خلاف محاذ آرائی کرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔ دیکھو، ہم نے صاف صاف آیات نازل کر دی ہیں۔ اب اس کے بعد احکام شریعت میں میم میخ نکالنا، اُن پر اعتراض کرنا اور فکری انتشار پیدا کرنا یہ مومنانہ نہیں، مفسدانہ اور کافرانہ روش ہے۔ اور کفار خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب ہوں، جو ان منافقین کی پشت پناہی کر رہے ہیں ان کے لیے بہت اہانت آمیز عذاب ہے۔ انتہائی رسوا کن عذاب ان کو مل کر رہے گا۔ انجام کے اعتبار سے منافقین بھی کفار ہی کی طرح ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ایک کھلے دشمن ہیں (جیسے مشرکین مکہ یا یہود و نصاریٰ) اور دوسرے آستین کے سانپ ہیں۔ انجام دونوں کا بدترین ہے اور آخرت میں بھی بدترین

عذاب سے دوچار ہو کر رہیں گے۔

﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (٦)﴾

''جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ان کو جتائے گا۔ اللہ کو وہ سب (کام) یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

جس دن سب لوگ اٹھائے جائیں گے، ان کا ایک ایک عمل ان کے سامنے لے آیا جائے گا کہ یہ تمہاری حرکتیں تھیں، یہ تمہارے کرتوت تھے، یہ تمہاری سازشیں تھیں۔ اس کی پوری لسٹ انہیں تھمادی جائے گی۔ اللہ کے ہاں اس کا پورا ریکارڈ محفوظ ہے مگر وہ بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ اللہ اُس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کے خلاف مسلسل سازشیں کرتے ہیں، اور اپنی پچھلی باتوں کو بھول کر سازشوں میں لگے رہتے ہیں، لیکن وہ سارا ریکارڈ انہیں مہیا کر دیا جائے گا۔ اللہ تو ہر جگہ حاضر و موجود ہے۔ اُسے تو ویسے ہی سب کچھ معلوم ہے۔ البتہ اُس نے ریکارڈ رکھنے کا اہتمام بھی کیا ہوا ہے۔ کراماً کاتبین بھی ہیں جو اعمال لکھ رہے ہیں۔ جب کراماً کاتبین کا لکھا یہ اعمال نامہ پیش ہوگا تو لوگ کہیں گے کہ ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔

ان آیات کے حوالے سے مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں لکھتے ہیں: ''اوپر کے پیرے میں، جیسا کہ واضح ہوا، ان لوگوں کا کردار بیان ہوا ہے جن کو دین کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ اس کو اللہ و رسول ﷺ کے آگے ہی پیش کرتے اور اپنا شکوہ و مجادلہ اللہ و رسول ﷺ ہی سے کرتے۔ اب ان کے مقابل میں یہ ان لوگوں کا کردار بیان ہو رہا ہے جو مدعی تو تھے ایمان و اسلام کے لیکن ان کا رویہ اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ مخالفت کا تھا۔ اسلام کی جو بات ان کو اپنے مفاد اور اپنی خواہشوں کے خلاف محسوس ہوتی اس کے خلاف سرگوشیوں اور خفیہ پراپیگنڈے کی مہم شروع کر دیتے، تاکہ مخلص مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے ان کے ایمان و اسلام کو بھی متزلزل کر دیں۔ ان کی ساری ہمدردیاں جیسا کہ آگے واضح ہو گا، اسلام کے دشمنوں بالخصوص یہود کے ساتھ تھیں۔ یہ مسلمانوں کے اندر یہود کے ایجنٹ تھے اور انہی کے زیر ہدایت برابر اس کوشش میں رہتے کہ جو موقع بھی ملے اس سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔''

ان الفاظ میں آج ہم اپنے معاشرے کے ایک طبقے کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سیکولر دانشور کہلاتے ہیں۔ اسلام کی جو بات انہیں اپنے مفاد اور اپنی خواہشوں کے خلاف محسوس ہوتی ہے، اس کے خلاف سرگوشیوں اور خفیہ پروپیگنڈے سے آگے بڑھ کر جارحانہ انداز سے میڈیا کے ذریعے طوفان بدتمیزی اُٹھا دیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آدمی کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ ہر طرف سے حق کے خلاف بات ہو رہی ہوتی ہے۔ اس ابلیسی مہم کا مقصد کل کی طرح یہی ہوتا ہے کہ مخلص مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے ان کے ایمان و اسلام کو بھی متزلزل کر دیا جائے۔ حال ہی میں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر عبد المالک جو نیک نام آدمی ہیں، کا بھی سیکولرازم کے حوالے سے بیان آ گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ملک میں جمہوریت اور سیکولرازم کا نظام ہونا چاہیے۔ مذہب کا ریاست سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ریاست کے سماجی، معاشی، سیاسی معاملات میں خواہ مخواہ دخل اندازی کرنا کہ یہ حلال ہے یہ حرام ہے، یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، یہ (معاذ اللہ) بالکل منفی انداز ہے۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور پھر بھی اسلام کو ایک دین یعنی ایک مکمل ضابطہ حیات ماننے کی بجائے ''دینِ جمہور'' کے قائل ہیں۔ اسلام کے متعلق اُن کے وہی خیالات ہیں جو عیسائیت کے متعلق عیسائیوں کے ہیں۔ یعنی اسلام کچھ رسومات اور عقائد کا مجموعہ ہے اور بس! اسلام کو اجتماعی معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ اسی کا نام تو سیکولرازم ہے اور سیکولرازم کفار کا ایجنڈا ہے۔ یہ لوگ اس کی طرف بگٹٹ بھاگے جا رہے ہیں۔ بہر حال یہ ایک کردار ہے جو ہر دور میں رہا ہے۔ ایسے لوگ قوم کو فکری اور ذہنی انتشار میں مبتلا کرتے ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (٧)﴾

''کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے۔ (کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔ پھر جو کام یہ کرتے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک) ان کو بتائے گا۔ بے شک

پریس ریلیز 4 اکتوبر 2013ء — **حافظ عاکف سعید**

سزائے موت پر عمل درآمد کی معطلی عالمی دجالی قوتوں کی طرف سے پاکستان میں اسلامی سزاؤں بالخصوص ارتداد اور توہین رسالت کے قانون کو غیر مؤثر بنانے کی کوششوں کا حصہ ہے

حکمران سزائے موت کا خاتمہ کر کے معاشرہ کو مزید تباہی کی راہ پر ڈالنے اور اللہ کو ناراض کرنے کی جسارت سے گریز کریں

اسلام کے نام پر بننے والے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں سزائے موت پر عمل درآمد معطل کرنے کا فیصلہ شریعت سے کھلا انحراف اور ملک کے اساسی نظریہ پر تیشہ چلانے کے مترادف ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ وزارت داخلہ کی جانب سے بیرونی دباؤ پر سزائے موت کو معطل رکھنے کی یقین دہانی کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کو بڑا سمجھنے کی بجائے عالمی شیطانی قوتوں کو بڑا سمجھ رکھا ہے ورنہ قانون الٰہی سے یکسر متصادم فیصلہ سے احتراز کرتے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اسلام نے بعض سنگین جرائم جیسے قتل، ارتداد اور توہین رسالت وغیرہ پر سزائے موت رکھی ہے۔ سزائے موت پر عمل درآمد کی معطلی عالمی دجالی قوتوں کی طرف سے پاکستان میں اسلامی سزاؤں بالخصوص ارتداد اور توہین رسالت کے قانون کو غیر مؤثر بنانے کی کوششوں کا حصہ ہے، جس پر مسلمانانِ پاکستان کو بھرپور صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام نے جرائم پر سخت سزائیں مقرر کر کے معاشرہ کی بقا کا اہتمام کیا ہے۔ آج ہمارا سماج جس بدامنی و انتشار، قتل و غارت گری اور جنسی انارکی کی آماجگاہ ہے، اس کا ایک اہم سبب اسلام کی سخت سزاؤں کا عدم نفاذ ہے۔ حکمران سزائے موت کا خاتمہ کر کے معاشرہ کو مزید تباہی کی راہ پر ڈالنے اور اللہ کو ناراض کرنے کی جسارت سے گریز کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

میں نے عرض کی کہ منافقین کا حال یہ تھا کہ کوئی چیز ان کو مل جائے جس پر اعتراض کر سکیں تو موقع کو ہاتھ سے نہیں گنواتے تھے اور سازش کے طور پر ادھر اُدھر پروپیگنڈا کرتے تھے۔ آپس میں بھی بیٹھ کر سازش کرتے تھے۔ ''نجویٰ'' الگ سے بیٹھ کر سرگوشی کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک محفل ہے، اس میں 3,2 افراد الگ بیٹھ کے کھسر پھسر کر رہے ہیں، یا خفیہ انداز میں سر جوڑ کر باتیں کر رہے ہیں، تو یہ نجویٰ (سرگوشی) ہے۔ منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ سازشوں کے لیے جگہ جگہ سر جوڑ کر بیٹھے ہوتے تھے اور لوگوں کے اندر وسوسہ اندازی کرتے تھے۔ ان کے حوالے سے فرمایا کہ آپ نے غور نہیں کیا کہ اللہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب کچھ جانتا ہے۔ یہ خفیہ طور پر باتیں کس سے چھپا رہے ہیں۔ ان میں کوئی سے تین سب سے الگ تھلگ بیٹھ کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں تو انہیں جان لینا چاہیے کہ اُن میں چوتھا اللہ بھی ہوتا ہے۔ پانچ ہوں تو چھٹا اللہ ہوتا ہے۔ جو بھی تعداد ہے ان کے ساتھ اللہ موجود ہوگا۔ یہ خواہ کہتے ہی خفیہ انداز میں، یہاں تک کہ کسی غار کی کھو میں چھپ کر بھی سرگوشی کریں، تو وہاں بھی اللہ موجود ہے۔ اپنے علم کامل کی بنیاد پر وہ اُن کی باتوں سے آگاہ ہے۔ وہ السمیع البصیر ہے۔ روز قیامت یہ سارا ریکارڈ اُن کے سامنے لے آیا جائے گا۔

آگے فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ (المجادلہ)

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر جس (کام) سے منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگے۔''

یہ ان کی حالت پر اظہار تعجب ہے کہ ذرا ان کی جسارت تو دیکھو، کہ جس نجویٰ سے انہیں روکا گیا، اُسی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور کرنے والے مسلمان ہیں۔ مگر کفار کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ نے تنہا دعوت حق کا کام شروع کیا اور 23 سال کے اندر اندر جزیرہ نما عرب پر اللہ کے دین کو غالب اور قائم کر دیا۔ یہ تاریخ انسانی کا عظیم ترین انقلاب تھا۔ اس انقلاب سے ہر شے بدل گئی۔ اس انقلابی مہم اور اس جدوجہد میں آپؐ کو وہ تمام تکلیفیں، سختیاں اور آزمائشیں جھیلنا پڑیں جو کسی بھی انقلاب میں قیامت تک پیش آ سکتی تھیں۔ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کو ہر طرح کے مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام پیغمبروں پر اس دنیا میں جو جو تکالیف اور مشکلات آئی ہیں وہ تمام کی تمام مجھ پر تنہا آئی ہیں۔ یعنی ایک طرف آپ کا مقام اتنا اونچا کہ آپ تمام انبیاء رسل کی صفات کا مجموعہ اور جامع نبی ﷺ تھے۔ دوسری طرف آپؐ کو راہ حق میں اس قدر شدید مشکلات سے گزرنا پڑا۔ یہ نہیں تھا کہ صرف دعا کی بنیاد پر سارے کام ہو گئے ہوں۔ دیکھیے، آخر کار یہ کام کرنے والا اللہ ہے، لیکن عالم اسباب میں اس کے لیے محنت رسول کریم ﷺ نے فرمائی۔ تاکہ آگے بھی قیامت تک کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ وہ تو رسول تھے، ان کے پاس تو معجزے آئے تھے، انہیں تو پاؤں میں کانٹا کی بھی نہیں چبھا، آج تو سو مشکلیں ہیں، سو اندیشے ہیں۔ جب آپؐ کی عظیم المرتبت ہستی کو اس قدر مصائب و مشکلات سے گزرنا پڑا تو آئندہ آپؐ کے امتیوں کو بھی راہ حق میں کفار و منافقین کی طرف سے ہر قسم کی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑے گا، ان مشکلات اور رکاوٹوں اور کفار و منافقین سے انہیں کس طور سے نمٹنا ہے، آپؐ کی سیرت مطہرہ اور قرآن حکیم بالخصوص مدنی سورتیں اس بارے میں کامل رہنمائی ہیں۔ یہ گویا انقلاب کا منشور اور لائحہ عمل ہے۔

﴿وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ﴾

''اور یہ تو گناہ اور ظلم اور رسولؐ (اللہ) کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں۔''

یہ چھپ چھپ کر سرگوشیاں کرتے ہیں اور کوئی اچھی باتیں نہیں کرتے۔ وہ خیر کے لئے نہیں اکٹھے ہوتے۔ سرگوشی خیر کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی شخص کلمہ خیر کہنے کے لئے بھی ایسا کر سکتا ہے۔ لیکن ان کی ساری سرگوشیاں خیر سے خالی ہوتی ہیں۔ وہ گناہ، ظلم اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی باتیں کرتے ہیں۔ آپؐ کی تیار کردہ حزب اللہ جو پوری دنیا سے ٹکرا گئی، جس نے مشرکین عرب، یہود اور سلطنت روما اور فارس سے ٹکر لی، اس کا ایک ڈسپلن تھا۔ یہ اس ڈسپلن کی خلاف ورزیاں کرتے ہیں اور ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ لوگ بددل ہو جائیں اور اس سے مجموعی فضا خراب ہو۔

﴿وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ﴾

''اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جس (کلمے) سے اللہ نے تم کو دعا نہیں دی اس سے تمہیں دعا دیتے ہیں۔''

یہود اور منافقین کا یہ مشترکہ انداز تھا۔ وہ اپنے خبث باطن کے اظہار کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ''السلام علیکم'' کی بجائے ''السام علیک'' کہا کرتے تھے۔ یہ انہوں نے ایسا لفظ تلاش کیا تھا کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو کہہ دیں کہ ہم نے تو یہ کہا ہے، تم نے غلط سنا ہے، تم اپنے کانوں کا علاج کراؤ۔ ''السام علیکم'' کہنے کی ابتدا یہود نے کی تھی، جس کی پیروی میں منافقین بھی ایسے کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یہ بات آئی ہے کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ''السام علیک یا ابا القاسم کہا۔'' یعنی السلام علیک کا تلفظ کچھ اس انداز سے پڑھا کہ سننے والا سمجھے کہ سلام کہا ہے مگر انہوں نے سام کہا تھا، جس کے معنی موت کے ہیں۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا ''وعلیکم''۔ حضرت عائشہؓ سے رہا نہ گیا اور انہوں نے کہا ''تم پر بھی ہلاکت ہو اور لعنت ہو۔'' ظاہر بات ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرا بھی غیرت ایمانی، حضور اکرم ﷺ کے احترام اور محبت کا جذبہ ہے، وہ یہی کہے گا۔ مگر حضور ﷺ نے تنبیہہ فرمائی کہ اے عائشہ اللہ کو بدزبانی پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ، سنا نہیں انہوں نے کیا کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے سنا نہیں، میں نے ان کو کیا جواب دیا۔ میں نے بھی یہی کہا ''وعلیکم'' (اور تم پر ہو۔) تو انہیں جواب پورا مل گیا تھا۔ بہر کیف منافقین اس قسم کی حرکتیں کثرت سے کیا کرتے تھے۔ سورۃ البقرہ میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔ یہود اور منافقین مجلس میں مل کر راعنا کہتے تھے۔ یہ اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ایک مجلسی جملہ ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں پلیز ذرا متوجہ ہوں۔ مگر وہ راعنا کو لوچ دے کر ''راعینا'' کہہ دیتے تھے، جس کے معنی ہیں ہمارے چرواہے اور دل میں خوش ہوتے تھے کہ نعوذ باللہ ہم نے آپؐ کی توہین کر دی۔

آگے الفاظ ہیں:

﴿وَيَقُوْلُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۸)﴾

''اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ (اگر یہ واقعی پیغمبرؐ ہیں) تو جو کچھ ہم کہتے ہیں اللہ ہمیں اس کی سزا کیوں نہیں دیتا۔ (اے پیغمبرؐ) ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے۔ یہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔''

اس قسم کی حرکتیں کر کے وہ خیال کرتے تھے کہ ہم نے رسولؐ کی گستاخی کی ہے، السام علیک کہہ دیا، راعنا کو راعینا کہہ کر پکار دیا، ہماری اس طرح کی حرکتوں کے باوجود ہم پر پکڑ نہیں آتی، (معاذ اللہ) یہ محمد (ﷺ) کے رسول نہ ہونے کی دلیل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حقیقی رسول نہ ہی ہوں۔ پھر وہ نفاق میں آگے ہی بڑھتے چلے جاتے۔ اُن کے گھناؤنے کردار اور کرتوتوں کے حوالے سے پہلے بھی انجام یاد دلا یا دیا گیا کہ یہ ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔ اور وہ دنیا میں اپنے سرپرستوں مشرکین مکہ اور یہود سمیت ذلیل ہو کر رہے جب اللہ کا دین غالب ہو گیا۔ لیکن اصل عذاب تو جہنم کا ہے۔ یہ ذلت و رسوائی تو کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا میں تو اللہ پھر بھی چھوٹ دے دیتا ہے۔ یہاں پر بہت سے لوگ سب کچھ گند مچا کر اور مخلوق پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کر چلے جاتے ہیں اور بظاہر اُن پر کوئی سختی نہیں آتی، مگر آخرت میں کفار و منافقین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ آگ کا ایندھن بننے والے ہیں۔ اُن کا بہت ہی بُرا انجام ہونے والا ہے۔ [مرتب: محبوب الحق عاجز]

عیدالاضحیٰ کی قربانی اور اس کا اجر وثواب

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ہر مذہب وملت میں سال کے کچھ دن خصوصی اہمیت اور فضیلت کے ہوتے ہیں۔ دین اسلام میں رمضان شریف اور کچھ دوسرے بابرکت دنوں کے علاوہ ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہوتا ہے اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں۔'' (صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حد درجہ مہربان ہے۔ اس لئے وہ اپنے بندوں کو مواقع فراہم کرتا ہے، تاکہ وہ تھوڑی سی جدوجہد اور کوشش سے بہت زیادہ اجر وثواب حاصل کر سکیں۔ رمضان شریف کی فضیلت اس قدر ہے کہ اس کے شب وروز میں ذکر واذکار اور عبادت کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ لیلۃ القدر وہ مبارک رات ہے جس کو اللہ نے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ اسی طرح ذوالحجہ کا چاند طلوع ہوتے ہی وہ دس دن شروع ہو جاتے ہیں جن کے دوران اعمال صالح کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ اسی عشرے میں یعنی 9 ذوالحجہ کو حج کے لئے لاکھوں فرزندان توحید میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور حج وہ عبادت ہے کہ اگر رزق حلال صرف کر کے خلوص نیت اور رضائے الٰہی کے لئے ادا کیا جائے تو انسان اس طرح گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا جیسا اس دن جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (صحیح مسلم، صحیح بخاری)

مناسک حج میں قربانی بھی ہے۔ چنانچہ حج کی ادائی کے اگلے روز یعنی 10 ذوالحجہ کو منیٰ کے میدان میں قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ جو مسلمان حج پر نہیں جا سکتے وہ اپنے اپنے گھروں میں شریعت مطہرہ کی متابعت میں قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ قربانی رسول اللہ ﷺ کا محبوب عمل تھا۔ مدینہ طیبہ میں قیام فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ ہر سال قربانی کرتے رہے، بلکہ وفات سے پہلے آپؐ نے حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی کہ وہ آپؐ کی طرف سے قربانی کیا کریں۔

حضرت حنش بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی آپؓ ایک کی بجائے دو مینڈھوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں)۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپؐ کی طرف سے قربانی کیا کروں تو ایک قربانی میں آپؐ کی طرف سے کرتا ہوں اور دوسری قربانی اپنی طرف سے۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

جب رسول اللہ ﷺ سے قربانیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اُن کی حقیقت اور تاریخ کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پھر جب قربانیوں کے اجر وثواب کی بابت پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ اس پر صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا صوف (اون) کا بھی یہی حساب ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا۔ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔'' (مسند احمد، سنن ابن ماجہ) صحابہ کرامؓ کے پوچھنے کا مطلب یہ تھا کہ بھیڑ کے جسم پر بکری کی طرح کے بال نہیں ہوتے بلکہ اس پر تو صوف ہوتی ہے جس میں کروڑوں بال ہوتے ہیں۔ تو کیا اس پر بھی ایک بال کے عوض ایک نیکی ملے گی تو اس پر بھی آپؐ نے ہاں میں جواب دیا۔ اسی لئے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اتنے اجر وثواب کے لالچ میں تو اُس شخص کو بھی عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کرنی چاہیے جو مشکل سے قربانی کا جانور خرید سکتا ہو، کیونکہ اتنے بڑے اجر وثواب کا اور کون سا موقع ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا اور شوق دلایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عیدالاضحیٰ کے دن فرزند آدمؑ کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں۔ اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئے گا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندوں دل کی خوشی کے ساتھ قربانیاں کیا کرو۔'' (جامع ترمذی۔ سنن ابن ماجہ) چنانچہ دنیا کے کروڑوں مسلمان عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ بعض لوگ کئی کئی مہینوں تک قربانی کے جانور کو گھر میں رکھ کر اچھی خوراک کھلا کر پالتے ہیں، اور پھر اللہ کے نام پر عیدالاضحیٰ کے دن ذبح کرتے ہیں۔ کیونکہ قربانی کی فضیلت اُس جانور میں ہے جو صحت مند، خوبصورت اور بے داغ ہو۔ آپؐ نے کمزور اور عیب دار جانور کی قربانی کو پسند نہیں فرمایا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قربانی میں کیسے جانور سے پرہیز کیا جائے؟ آپؐ نے ہاتھ سے ارشاد فرمایا اور بتایا کہ چار (عیوب اور نقائص ایسے ہیں کہ ان میں سے کوئی عیب ونقص جانور میں پایا جائے تو قربانی کے قابل نہیں رہتا) ایسا لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن بہت واضح ہو، پھر جس کی ایک آنکھ خراب ہو اور اس کی خرابی نمایاں ہو، پھر بہت بیمار جانور، پھر ایسا کمزور اور لاغر جانور جس کی ہڈیوں میں گودا بھی نہ رہا ہو۔ قرآن مجید میں ہے کہ تم اُس وقت تک حقیقی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہوں۔

چنانچہ جہاں تک استطاعت ہو اچھے سے اچھے جانور کی قربانی کرنا چاہیے۔

عشرہ ذوالحج اور یوم عیدالاضحیٰ کا پروگرام

عیدالاضحیٰ تک ذوالحج کے پورے عشرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ یکم ذوالحج سے نو ذوالحج تک ہر روز روزہ رکھے، خصوصاً نو ذوالحج کا۔ ہر روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ قربانی کا ارادہ ہو تو ان نو دنوں میں نہ بال کٹوائے نہ ناخن تراشے۔

ذوالحج کی نماز فجر سے 13 ذوالحج کی نماز عصر تک ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

عیدالاضحیٰ کے دن درج ذیل اعمال مسنون ہیں:

- ☆ صبح کو بہت سویرے اٹھنا
- ☆ شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا
- ☆ غسل کرنا
- ☆ مسواک کرنا
- ☆ اچھے کپڑے پہننا
- ☆ خوشبو لگانا
- ☆ عیدگاہ میں صبح سویرے جانا
- ☆ ایک راستے سے جانا، دوسرے راستے سے آنا
- ☆ راستے میں ذرا بلند آواز سے تکبیریں پڑھتے جانا
- ☆ نماز کے لئے پیدل چل کر جانا
- ☆ نماز عید عیدگاہ/مسجد میں ادا کرنا
- ☆ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں، حتیٰ کہ عورت بھی گھر میں نفل پڑھنا چاہے تو نماز عید کے بعد پڑھے۔ اور نماز عید کے بعد فقط عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔
- ☆ بہتر ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے
- ☆ نماز عید سے فارغ ہو کر قربانی کرنا۔ بہتر ہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے کرے
- ☆ قربانی کا گوشت خود کھائیں اور غریبوں اور سوالیوں کو دیں۔

بقیہ: اداریہ

تو وہ بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اقامتِ دین عظیم ترین کام ہونے کے ساتھ ساتھ یقیناً دنیا کا مشکل ترین کام بھی ہے۔ لہٰذا اتنا ہی صبر آزما اور عظیم قربانیوں کا تقاضا بھی کرتا ہے۔ بانی تنظیمؒ کا ایرانی انقلاب کا حوالہ آپ کے شائع کردہ اقتباس میں بھی شامل ہے۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ ایرانی انقلاب میں بیس ہزار شہریوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ انقلابی جماعت کو یہ مدنظر رکھ کر میدان میں اترنا ہوگا۔ مصری عوام اور الاخوان کو اس حوالہ سے ابھی کافی طویل سفر کرنا تھا۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ وہ ایک بار پھر اپنی صف بندی کریں گے اور مصر میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے ترتیب کے ساتھ مرحلہ وار کوشش کریں گے۔

(۵) بانی تنظیمؒ یہ بات بڑا زور دے کر کہا کرتے تھے کہ انقلابی جماعت بڑی سختی سے عدم تشدد کے فلسفہ پر عملی طور پر کاربند ہوگی اور ظلم و تشدد یکطرفہ ہوگا۔ انقلابی خون دیں گے لیں گے نہیں۔ اطلاعات کے مطابق الاخوان المسلمون مکمل طور پر پُرامن نہیں رہ سکے اور چند جوابی تشدد آمیز کارروائیاں اُنہوں نے بھی کیں۔ عین ممکن ہے یہ محض جھوٹ اور پروپیگنڈہ ہو۔ بہرحال یہ ایک لازم شرط ہے۔

(۶) انقلابی جماعت، انقلاب مخالف قوتوں سے کوئی سمجھوتا یا کوئی مذاکرات نہیں کرے گی بلکہ اُن قوتوں کو کچل کر برسر اقتدار آئے گی۔ آپ نے دیکھا جہاں انتخابات کے ذریعے اسلامی نظام قائم کرنے کی کوشش ہوئی، کامیابی کی صورت میں مقتدر قوتوں نے اُنہیں مکھن سے بال کی طرح نکال باہر کیا، لیکن ایران میں ایک تہائی صدی گزرنے کے باوجود یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکی۔ اس لئے کہ وہاں انقلاب مقتدر قوتوں کو کچل کر آیا تھا، حالانکہ ایرانی انقلاب کے حوالے سے بھی ہمیں کچھ تحفظات ہیں۔

(۷) آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ منہجِ انقلاب میں دعوت، جماعت، تربیت اور صبر محض کے مراحل خالصتاً سیرت نبویؐ سے ماخوذ ہیں، لہٰذا یہ اٹل ہیں، ان کا کوئی متبادل نہیں ہوسکتا۔ البتہ جہاں تک کھلم کھلا جنگ کی بجائے اقدام اور تصادم کا تعلق ہے یہ ذاتی یا جماعتی اجتہاد کی بنیاد پر ہیں۔ اگر کل کلاں کوئی ایسا طریقہ کار سوجھ جائے یا کسی طرف سے تجویز کر دیا جائے اور ہمارے قلوب و اذہان اُسے قبول کرلیں تو ہم کبھی کسی تعصب کا شکار نہیں ہوں گے۔ بانی تنظیمؒ اس حوالے سے فرمایا کرتے تھے ہمیں آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں۔ لہٰذا اگر کسی بھی دوسرے راستے سے پاکستان حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بن جاتی ہے اور اس میں قرآن و سنت کی بالادستی قائم ہوجاتی ہے تو ہم اسے فوراً تسلیم کرلیں گے۔

آخر میں، میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انتخابات کے ذریعے اسلامی نظام کا قیام پاکستان میں اوّل تو ممکن نظر نہیں آتا اور اگر آجائے تو اس کا وہی حشر ہوگا جو مصر وغیرہ میں ہوا ہے۔ گوریلا جنگ سے بھی آپ غیر ملکی غاصب قوت کو تو بھگا سکتے ہیں، اپنوں کی حکومت کے لئے صرف مسائل کھڑے کر سکتے ہیں، کبھی اُسے شکست فاش دے کر اقتدار میں نہیں آسکتے اور دین غالب نہیں کر سکتے۔ پھر آخر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے احتجاجی تحریک کے سوا کون سا راستہ بچتا ہے؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان میں دینی جماعتوں نے متحد ہو کر اینٹی قادیانی تحریک چلائی جو کامیاب ہوئی۔ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے مشترکہ تحریک چلائی۔ حکومتِ پاکستان پر بیرونی دنیا کا زبردست دباؤ تھا کہ 295/C کو ختم کیا جائے۔ بعض اطلاعات کے مطابق حکومت ان بیرونی قوتوں سے وعدہ بھی کر چکی تھی لیکن زبردست تحریک نے حکومت سے امریکی دباؤ بھی مسترد کروادیا۔ نفاذ شریعت اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے تمام دینی جماعتوں کی مشترکہ جدوجہد آخر کیوں کامیاب نہیں ہوگی؟ اے کاش کوئی ہمیں سمجھا دے، لیکن اس کے لئے کشتیاں جلا کر میدان میں اترنا ہوگا۔

والسلام مع الاکرام

دعا کا طالب

(مرزا ایوب بیگ)

مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی قرآن اکیڈمی 36 ماڈل ٹاؤن لاہور

بجلیاں بھی پناہ دیتی ہیں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

چہار جانب مذاکرات کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ امریکہ کے افغان طالبان سے مذاکرات کرنے کے لیے ہر ممکن کوششیں، منتیں، ترلے اور طالبان رہنماؤں کی رہائی اسی سلسلے میں ہے (اگرچہ یہ سوال اپنی جگہ کہ 'اچھے طالبان' اتنی بڑی تعداد میں پاکستان نے طویل عرصے سے قید کیوں کر رکھے تھے؟ ان کی تعریف تو بڑے بڑے سیکولر جغادریوں کو کرتے دیکھا ہے!)۔ پاک بھارت مذاکرات میں پاکستان کی جانب سے بھارتی گولہ باریوں، آبی جارحیت، کشمیر میں مظالم، یوپی کے مسلم کش واقعات کے علی الرغم حد درجہ مصالحانہ وفدویانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ من موہن سنگھ کی ملاقات پر آمادگی کی خبر چھوٹتے ہی گویا خوشی کی لہر دوڑ گئی! تیسری جانب یہی مذاکرات پاکستان کو امریکی جنگ کے تباہ کن اثرات سے نکالنے کی خاطر تحریک طالبان سے کرنے پر چیخ وپکار شروع ہو جاتی ہے۔

مذاکرات سبوتاژ کرنے کے لیے پے در پے دو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ لوئر دیر اور پشاور میں چرچ پر حملے سے طالبان ترجمان نے واضح اظہار براءت کیا، مگر میڈیا کے نقار خانے میں یہ آواز پہنچ نہیں سکتی۔ اوباما کی اقوام متحدہ کی تقریر میں رنگ بھرنے اور وزیراعظم نواز شریف پر آپریشن کے لیے دباؤ بڑھانے کے لیے چرچ دھماکے کیے گئے۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کو غیر معروف انجانی تنظیم (جو دھماکے سے گوادر کے نئے جزیرے کی طرح پیدا ہوئی) نے فون کر کے چپکے سے ذمہ داری قبول کی۔ بلیک واٹر کے بعد نیا نام (سی آئی اے کے لیے کارفرما پرائیویٹ نیٹ ورک کا) Creative Associates ہے۔ یہ چرچ دھماکہ تنظیم انہی کی پیداوار (Creation) ہے۔ مصر میں عین اسی طرح جنرل سیسی کے کارندوں نے چرچوں میں دھماکے کر کے اخوان پر الزام تھوپا اور میڈیا کے ذریعے پھیلایا تھا۔ پشاور میں اس واقعے کی پہلی جھلک حقائق کی تہہ تک پہنچنے کو ہر صحیح الدماغ، سلیم الفطرت انسان کے لیے کافی تھی۔ اس پر تائید مزید شیخ ایمن الظواہری کے بیان سے ہوگئی جس میں اقلیتوں کو نشانہ بنانے سے مجاہدین کو روکا گیا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اہل شریعت صرف مسلمانوں کے غم خوار نہیں، وہ تو پوری دنیا کے انسانوں کو اس ایک فیصد عفریت سے نجات دلانا چاہتے ہیں (وال سٹریٹ تحریک کا مطمح نظر) جو پوری انسانیت کا بہ جبر استحصال کر رہی ہے، دنیا کے تمام تر وسائل لوٹ کر جنگی جہازوں، بحری بیڑوں، ایٹمی کیمیائی ہتھیاروں کے ڈھیر پر بیٹھی ہر خطے میں خون کی ندیاں بہا رہی ہے۔ بھوکی ننگی دنیا میں ان امیر ترین لٹیروں کی تعداد ایک لاکھ 99 ہزار ہے۔

> نجی ٹی وی چینلز پر طالبان سے مذاکرات کی مخالفت میں ایک ہی چیخ وپکار ہے جو عہد موسویؑ میں فرعون اور نائن الیون کے بعد بش نے کی تھی، طالبان ہمارا طرز زندگی بدل دینا چاہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہمارا شاندار، مثالی طرز زندگی استحصال، ظلم، روشن خیالی کے نام پر حرمتوں حدود اللہ کی پامالی، بے عصمتی، بے حیائی، 80 چینلوں سے امڈتی عریانیت، فحش کاری (جس کا آل معصوم سنبل اور کراچی کی کم سن بچی پر توڑی جانے والی درندگی ہے) نوجوانوں میں بے راہ روی، اقدار کی پامالی کی ترویج کے سوا بھی کچھ ہے؟

خود کشکول زدہ پاکستان جس کے ننگے بھوکے بچے کوڑے کے ڈھیر سے رزق تلاش کرتے ہیں، اس میں 415 پاکستانی 53 کھرب کے مالک ہیں۔ طالبان سے انہیں شریعت کی بو آتی ہے جو حکمرانوں کو عوام کا خادم اور محافظ بنا دیتی ہے، بصورت عمر بن خطابؓ! جو ایک دن صدقے کے اونٹوں کے بدن پر تیل مل رہے تھے۔ (22 لاکھ مربع میل کی سپر پاور، خوشحال سلطنت کا امیر المومنین)۔ ایک شخص نے کہا، یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا! کہنے لگے: مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے۔ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام ہے'۔ ہمارے ہاں 'سول سرونٹ' کی اصطلاح دیکھئے اور ان کے ٹھاٹ باٹ، تکبر اور بادشاہی ملاحظہ ہو۔ بجا طور پر ایک اینکر پرسن مغلوب الغضب ہوئی کہہ رہی تھیں: 'مذاکرات میں ہمیں اپنے بنیادی طرز زندگی کا سودا ہرگز نہیں کرنا'۔ کم وبیش تمام چینلز پر اسی قسم کی چیخ وپکار اور لرزہ طاری ہے۔ 'طالبان آئین کو نہیں مانتے' (جو آئین پاکستان کو اسلام کا پابند بناتا ہے!) 'ہمارا طرز زندگی بدل دینا چاہتے ہیں'۔ طالبان زدگی کا ہوّا کھڑا کر کر کے انہیں مسل، کچل دینے کے مشورے دیے جا رہے ہیں۔ یہ عین وہی زبان ہے جو اسلاموفوبیا کا وائرس چھوڑتے ہوئے پہلے بش نے استعمال کی۔ یہ ہمارے شاندار طرز زندگی کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ تاہم اصلاً یہ الفاظ فرعون کے ہیں' 'ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں، تمہاری زمین سے بے دخل کر دیں اور تمہارے مثالی طریق زندگی کا خاتمہ کر دیں۔ اپنی ساری تدبیریں اکٹھی کر لو اور ایکا کر کے میدان میں آجاؤ'' (طٰہٰ :62, 63) ہمارا شاندار، مثالی طرز زندگی؟ استحصال، ظلم، روشن خیالی کے نام پر حرمتوں حدود اللہ کی پامالی، بے عصمتی، بے حیائی، 80 چینلوں سے امڈتی عریانیت، فحش کاری (جس کا آل معصوم سنبل اور کراچی کی کم سن بچی پر توڑی جانے والی درندگی ہے۔) نوجوانوں میں بے راہ روی، اقدار کی پامالی کی ترویج کے سوا بھی کچھ ہے؟

مذاکرات پر اتنی دھول اڑانے والوں نے چرچ حملے کے ساتھ ہونے والے ڈرون حملے پر چپ سادھے رکھی؟ مذاکرات کی تیاری میں ادھر 13 طالبان کو ماورائے عدالت قتل کر کے لاشیں پھینکی گئیں۔ قانون، آئین، رٹ کی رٹ لگانے والوں کے ماتھے پر شکن نہ آئی۔ کوئی بریکنگ نیوز نہ بنی۔ اخباروں کے کونے میں چھوٹی سی خبر لگ گئی۔ وہی امریکی متکبرانہ رویہ جو انہوں نے ہمارے ساتھ سلالہ پر حملے میں روا رکھا، وہ یہاں یہ براؤن صاب، داڑھی والوں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ کیڑے مکوڑے گردان کر مارتے پھینکتے ہیں۔ گورے کی طرح پوچھتے ہیں۔۔۔ 'تم ہم سے نفرت کیوں کرتا؟ دھماکہ کیوں کرتا؟' با شریعت نوجوان مدرسے کا ہو تو طالبان ہے۔ یونیورسٹی کا ہو تو القاعدہ ہے، جسے مسلسل مسعود جنجوعہ سے لے کر آج تک اٹھایا، غائب کیا جا رہا ہے۔ آئین، قانون، عدالتیں، پولیس کہاں ہے؟

ٹارچر سیلز عدالتوں کے باوصف 12 سالوں سے چل رہے ہیں۔ سپریم کورٹ مقدمات سنتی، حکم دیتی ہلکان ہو رہی ہے۔ پانی میں مدھانی چل رہی ہے۔ رٹ آف سٹیٹ کہاں ہے؟ یہ ادارے کراچی کے بھتہ خوروں، ٹارگٹ کلرز کی ہزاروں کی نفری پر مشتمل مسلح فورس سے صرف نظر کیسے کر لیتے ہیں؟ میڈیا وہاں مکمل سچ کیوں نہیں بولتا۔ کراچی کا امن اجاڑنے والے اطمینان سے ساؤتھ افریقہ، دبئی چلے گئے۔ انہیں چھوا تک نہ گیا۔ یہ دجالی جنگ کا عفریت ہے۔ دجال مبالغے کا صیغہ ہے۔ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا، بہت زیادہ فریب دینے والا۔ سو۔۔۔ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں!

ہمارے ارادۂ آپریشن سے پہلے قہر الٰہی کے چند ثانیوں پر مشتمل آپریشن کی جھلک ہم نے دیکھی۔ بس زلزلے کا ایک جھٹکا تھا۔ فوجیں نہیں اتریں۔ سندھ بلوچستان میں زمین کی پلیٹ ہل گئی تھی کیونکہ ہم فالٹ لائن پر بیٹھے تھے۔ صلیبی جنگ کا فرنٹ لائن دستہ بنتے ہی ہم فالٹ لائن (خطا۔ جرم لائن) پر آ بیٹھے تھے۔ قرآن، حدیث، تاریخ کے اوراق پلٹتے جائیے۔ کون سی حد تھی جو ہم نے نہیں توڑی! نتیجہ؟ 2005ء کے زلزلے، مسلسل سیلابوں، گروہ در گروہ بٹ کر قتل و غارتگری کے عذابوں، تنگ معیشت، امریکہ دوستی پر ماری جاتی ڈینگوں کے عوض ڈینگی کی یلغار۔ ہم اللہ، رسول کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں۔ زبان کے پھاگ اڑاتے ٹاک شوز، ایک محدود طبقے کے شکمی مفادات کی بھینٹ پوری قوم کو چڑھا دیں گے۔ طالبان دفتر کھولنے کی تجویز پر طوفان کھڑا کیا کیونکہ چاہتے یہ ہیں کہ طالبان کو یونہی فٹ بال بنا کر میڈیا پر کک لگتی رہے۔ مذاکرات خلا میں تو نہیں ہوں گے۔ ان کے سامنے آنے سے ہی خوفزدہ ہیں۔ مذاکرات نہ کریں۔ طالبان کا کچھ نہ بگڑے گا۔ وہ ہتھیلی پر سر لیے پھرنے والے بے خوف لوگ ہیں۔ ان کے پاس گنوانے کو کچھ نہیں۔ کندھے پر دھری چادر؟ کچے گھر؟ سادہ روٹی؟ وہ تو گیس، بجلی کے بھی اسیر نہیں۔ بجلیاں گرانا ضرور جانتے ہیں۔ اصل مسئلہ امریکہ کی مالی فوجی امداد کی محتاجی ہے جس کی خاطر کرائے کے ٹٹو بنے لڑ رہے ہیں۔ اصل فوکس امریکی جنگ سے نجات ہے۔ امریکی جنگ تمام پالیسیوں، تقریروں، ترقیوں کی بنیاد ہے۔ اس سے نکلیے، بے خوف ہو کر اٹھیے۔ اہل ہمت کے آشیانوں کو بجلیاں بھی پناہ دیتی ہیں

نواز منموہن ملاقات: لینے نہیں، دینے والے بنو!

محبوب الحق عاجز
mehboobtnoli@gmail.com

کشمیر میں برسرِ پیکار مجاہدین کی جانب سے غاصب انڈین فوج کے کیمپ اور پولیس سٹیشن پر تازہ حملوں کے بعد اس بات کا خدشہ تھا کہ امریکا میں پاک بھارت وزرائے اعظم کی ملاقات نہ ہونے پائے، مگر ایسا نہ ہوا۔ دونوں وزرائے اعظم کی ملاقات شیڈول کے مطابق 29 ستمبر کی صبح نیویارک پیلس ہوٹل کے کنیڈی روم میں ہوئی۔ اس دوران دونوں رہنماؤں کی معاونت کے لیے 5،5 نمائندے موجود تھے۔ یہ ایک رسمی ملاقات تھی، جو جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لیے گئے دونوں وزرائے اعظم کے درمیان ہوئی۔ جس کے بعد کوئی مشترکہ اعلامیہ جاری نہیں ہوا۔ اس کے باوجود ملاقات کو پاکستانی سیکرٹری خارجہ جلیل عباس جیلانی اور بھارتی قومی سلامتی کے مشیر شیو شنکر مینن نے پریس بریفنگ میں مفید قرار دیا۔ فائدے کا واحد پہلو یہی تھا کہ دونوں وزرائے اعظم نے باہمی مسائل کے ضمن میں اپنے روایتی موقف کا اعادہ کیا۔ جلیل عباس کے مطابق ملاقات میں کشمیر سمیت تمام اہم مسائل پر گفتگو ہوئی۔ دہشت گردی کے معاملات زیر بحث آئے۔ وزیراعظم نے بلوچستان میں بھارتی مداخلت کا معاملہ اُٹھایا اور وہاں ہونے والے واقعات کو اجاگر کیا۔ شنکر مینن نے ملاقات کو اس بنیاد پر مفید قرار دیا کہ اس موقع پر دونوں ملکوں کے درمیان پہلا اعلیٰ سطحی رابطہ ہوا اور اس بات پر اتفاق کیا گیا کہ لائن آف کنٹرول پر جنگ بندی کو بحال کیا جائے، اور وزیراعظم (انڈیا) نے ممبئی حملوں کے ملزمان کے خلاف کارروائی اور دہشت گردی کا معاملہ اٹھایا۔

اگر دیکھا جائے تو یہ ملاقات نشستند گفتند برخاستند کا مصداق تھی۔ اس میں ایل او سی پر جنگ بندی کی بحالی پر اتفاق اور دونوں وزرائے اعظم کی ایک دوسرے کو اپنے ملک کی دورے کی رسمی دعوت سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔ ملاقات میں کوئی بریک تھرو نہیں ہو سکا۔ ہمارے ہاں وہ لوگ جو پورے خلوص و اخلاص سے انڈیا سے جامع مذاکرات کو تمام بنیادی مسائل کے حل کا ذریعہ سمجھتے ہیں، انہیں بھی مایوسی ہوئی کہ بھارتی ہٹ دھرمی کے باعث مذاکرات کی بحالی پر بھی اتفاق نہیں کیا جا سکا۔

جامع مذاکرات کی بحالی کی بات ہمارے ہاں تواتر سے کہی جا رہی ہے، حالانکہ تاریخ کی گواہی اس کے خلاف ہے۔ قیامِ پاکستان سے اب تک ہم نے انڈیا کے ساتھ 122 بار مذاکرات کا ڈول ڈولا، مگر بیل منڈھے نہ چڑھی۔ مذاکرات ''مذاق رات'' ہی رہے۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں جو دس معاہدے ہوئے، اُن پر بھی عملاً پیش رفت نہ ہونے کے برابر ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے جسے ہمیں اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے۔ زمین کے جس ٹکڑے کو ہم نے ہندوستان سے الگ کر کے پاکستان بنایا، ہندو اُسے دھرتی ماتا کے ٹکڑے کرنا کہتا ہے۔ اسی وجہ سے مہاتما گاندھی نے کہا تھا کہ ''پاکستان میری لاش پر بنے گا۔'' مسئلہ پاک بھارت کشیدگی اور ایشوز کا نہیں، ہمارے وجود کا ہے۔ بال ٹھاکرے لگی لپٹی رکھے بغیر کہتا تھا کہ ہمیں پاکستان کا وجود قبول نہیں، یہ تقسیم کی ''مصنوعی'' لکیر ختم ہونی چاہئے۔ کانگریسی لیڈروں نے ہمیشہ منافقت سے کام لیا۔ وہ اگرچہ زبان سے پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں، مگر عملاً اُسے صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لیے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے، ایک ایسی قوم سے مذاکرات کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو آپ کے وجود ہی کے درپے ہو اور اسے سارے مسائل کا اصل سبب سمجھتی ہو۔ اگر نیت میں فتور نہ ہوتا تو سیاسی کشیدگی اور باہمی تنازعات کب کے حل ہو چکے ہوتے۔ بقائے باہمی کے تحت کشمیر کا بنیادی مسئلہ بھی بہت پہلے حل ہو چکا ہوتا۔ پانی کے مسائل، سرکریک اور سیاچین کے تنازعات بھی اپنی موت آپ

مرجاتے۔ ویزہ کی سخت پابندیاں بھی نرم ہو جاتیں۔ آمدورفت کی مشکلات بھی ختم یا پھر بہت کم ہو جاتیں۔

انڈیا کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ جنرل اسمبلی سے خطاب کے دوران وزیراعظم پاکستان نے بھارت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور مسائل کے پرامن حل کے لیے کھلے دل سے آگے بڑھنے اور مذاکرات کا راستہ اختیار کرنے کی بات کی، مگر بھارتی وزیراعظم نے اگلے روز اپنی تقریر میں اس پیشکش کا جواب پاکستان پر دہشت گردی کے حوالے سے الزامات کی بوچھاڑ کی صورت میں دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم باہمی مسائل مذاکرات سے حل کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لئے پاکستان کو پہلے دہشت گردوں کی پشت پناہی اور فنڈنگ بند کرنا ہوگی۔منموہن سنگھ اوباما سے اپنی ملاقات میں بھی ایک مکار دیہاتی عورت کی طرح یہی رونا روتے رہے۔ وزیراعظم پاکستان سے بھی اپنی ملاقات میں انہوں نے دہشت گردی، دہشت گردی کی رٹ لگائے رکھی اور ممبئی حملوں کے حوالے سے جماعۃ الدعوۃ کے رہنماؤں کو جھوٹے الزامات کی بنیاد پر کٹہرے میں لانے کی تکرار کرتے رہے۔انہیں نہ تو کشمیر میں اپنی ریاستی دہشت گردی دکھائی دی، جس میں گزشتہ ربع صدی میں تحریک آزادی کے دوران سوا لاکھ مسلمان مرد و زن اور بچے جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔ نہ انہیں بلوچستان میں افغانستان کے راستے اپنی منافقانہ مداخلت، تخریب کاری، سازشوں اور علیحدگی پسند گروپوں کی مالی اور عسکری سپورٹ ہی نظر آئی، جس نے ہمارے رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے کو انتشار، بدامنی اور قتل و غارت گری کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔

کشمیر میں انڈیا کے خلاف 1989ء سے جو تحریک چل رہی ہے، وہ دہشت گردی نہیں، تحریک آزادی ہے۔ یہ جہاد آزادی ہے جو انڈیا کی ہٹ دھرمی کے باعث شروع ہوا ہے۔ انڈیا نے تقسیم ہند کے بعد عیارانہ چال چل کر کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔اقوام متحدہ نے مسئلہ کے حل کے لئے ریفرنڈم کرانے کی قرارداد منظور کی، مگر انڈیا کو نوشتۂ دیوار صاف نظر آتا تھا، لہٰذا وہ 56 سال گزرنے کے باوجود ریفرنڈم پر آمادہ نہیں ہوا۔ ایسے میں محکوم کشمیری بھائیوں کے پاس بندوق اُٹھا لینے کے سوا کیا چارہ رہ جاتا ہے۔کیا انڈیا نہیں جانتا کہ کشمیر تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کا حصہ ہے۔اُسے دیر تک فوجی قوت اور جبر و تشدد سے محکوم نہیں رکھا جا سکتا۔رہ گئی ممبئی حملوں کے حوالے سے جماعۃ الدعوۃ پر عائد کیے جانے والے الزامات کی بات، تو اس کی معنویت تو اجمل قصاب کے اس اعترافی بیان سے ہی عیاں ہو گئی تھیں جو یہاں بھیجا گیا تھا اور جس کے بنیاد پر لشکر طیبہ کے رہنما ذکی الرحمٰن لکھوی اور دیگر 6 کارکنوں کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔یہ بیان تیار کرنے میں انڈیا نے 86 دن لگائے حالانکہ خود انڈیا کا قانون یہ کہتا ہے کہ 3 دن کے بعد ریکارڈ کیے گئے اعترافی بیان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دینا چاہئے۔ اس سے بھی بڑھ کر الزامات ڈرامے کی قلعی حال ہی میں بھارت نائب سیکرٹری داخلہ آر وی ایس مانی یہ کہہ کر کھول چکے ہیں کہ بھارتی حکومت نے انسداد دہشت گردی کے قوانین میں من مانی ترامیم کرنے اور پاکستان پر دباؤ ڈالنے کے لیے خود ہی پارلیمنٹ ہاؤس اور ممبئی میں حملے کرائے اور ان کا الزام پاکستان پر لگایا۔گھر کے بھیدی کی گواہی کے بعد انہی الزامات کی تکرار منموہن کو زیب نہیں دیتی۔ اِس کی بجائے انہیں شرمندگی اور ندامت ہونی چاہیے تھی، مگر ڈھٹائی کا طوق انہوں نے گلے سے نہ اتارا۔

ہمارے ہاں ایک عرصے سے امریکی دباؤ کے تحت بھارت کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔امریکہ کے لئے اصل مسئلہ ہمارا ایٹمی پروگرام ہے جو انڈیا سے زیادہ اسرائیل کے لئے خطرہ ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ ہمارے انڈیا سے تعلقات معمول پر لا کر ہمیں ایٹمی پروگرام سے یہ کہہ کر دستبردار کرا دیا جائے کہ انڈیا سے دوستی کے بعد اب تمہیں اس کی ضرورت نہیں رہی، اب ساری توجہ عوام کی معاشی حالت بہتر بنانے پر دو۔امریکہ سمجھتا ہے کہ گریٹر اسرائیل کے قیام اور نیو ورلڈ آرڈر کے صیہونی منصوبے کے لئے پاکستان کو انڈیا کا تابع مہمل بنا کر اس کے ایٹمی دانت توڑ نا ضروری ہے، تاکہ ایک مستحکم نظریاتی ایٹمی طاقت کی حیثیت سے پاکستان مستقبل میں اسرائیل کے لئے خطرہ نہ رہے۔پاک بھارتی کشیدگی کا خاتمہ اور دوستی چین کے گھیراؤ کے لئے بھی ضروری خیال کی جاتی ہے۔گزشتہ دو ادوار میں ہم نے امریکی دباؤ ہی پر بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے لئے مسئلہ کشمیر کو بھی عملاً سرد خانے میں ڈالے رکھا۔

انڈیا سے تعلقات استوار کرنے میں دو بنیادی حقیقتوں کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ایک تو یہی ہے کہ اس سے پہلے کشمیر کا مسئلہ حل ہو، جس کا میاں نواز شریف نے بھی اپنی ملاقات میں شدومد سے ذکر کیا۔دوسرے یہ کہ قبل ازیں پاکستان کی اصل اساس یعنی اسلام کی طرف ٹھوس پیش قدمی کی جائے، اور ملک کی نظریاتی بنیاد کو مضبوط بنایا جائے۔اگر ہم نے اس کے بغیر انڈیا کی طرف سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا، تو ریاست اپنی وجہ جواز کھو دے گی۔ظاہر ہے جب انڈیا اور پاکستان میں یکساں سیکولر نظام ہوگا، ایک ہی طرح کا کلچر فروغ پائے گا تو پھر سرحدوں کی ''مصنوعی'' لکیر کو ختم کر دینے کی ''سیفما'' سٹائل سوچ بہرحال آگے بڑھے گی، جس کا بالآخر نتیجہ اکھنڈ بھارت کی صورت میں نکلے گا جو ہندوؤں کے مذہبی عقیدہ کا حصہ ہے۔مشرقی پنجاب کے وزیراعلیٰ دو دفعہ لاہور میں آ کر یہ کہہ گئے کہ یہ لکیر مصنوعی ہے، اسے ختم ہونا چاہیے۔ایل کے ایڈوانی نے اپنے دورۂ پاکستان کے دوران قائداعظم کے مزار پر پھول تو چڑھا دیئے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ گیا کہ اب تو بس کنفیڈریشن ہونی چاہیے۔بی جے پی دور کے وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے بھی 2006ء میں اپنے دورۂ پاکستان کے دوران مصنوعی لکیر مٹا دینے کی بات کی۔ بہرکیف انڈیا سے تعلقات معمول پر لانے کا عمل اپنی نظریاتی اساس کو مضبوط کیے بغیر قومی سطح پر تباہی اور ہلاکت ہوگا۔ البتہ نظریاتی بنیاد کو مضبوط بنا کر اور خود کو ایک مستحکم نظریاتی ریاست میں ڈھالنے کے بعد اگر ہم نے اس جانب پیش قدمی کی تو یہ خوش آئند بات ہوگی۔اس لیے کہ پھر ہماری حیثیت داعی کی ہوگی۔ہم انڈیا سے (ہندوانہ کلچر) لینے والے نہیں، اُسے (اسلام کے نظام رحمت کا عملی نقشہ) دینے والے ہوں گے۔ اور دینے والا ہاتھ یقیناً لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔میاں صاحب سے ہماری گزارش ہے کہ وہ لینے والے نہیں، دینے والے بنیں!

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

پشاور میں دہشت گردی اور مذاکرات کا مستقبل؟

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مہمانانِ گرامی: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سوال: کہا جا رہا ہے کہ جب بھی دہشت گرد کسی مسجد، امام بارگاہ یا چرچ پر حملہ کرتے ہیں تو دراصل ان کا ٹارگٹ پاکستان اور اسلام ہوتا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بلاشبہ مسجد، بارگاہ یا چرچ پر حملہ کر کے اصل میں نشانہ پاکستان کی سالمیت اور اسلام کو بنایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد پاکستان کو بدنام کرنا اور اسلام کے حوالے سے لوگوں کو ہرزہ سرائی کا موقع دینا ہوتا ہے۔ اس میں قصور یکطرفہ نہیں بلکہ دوطرفہ ہے۔ افسوس کہ ہم نے بھی خود کو اسلام اور پاکستان کا وفادار ثابت نہیں کیا۔ ہم نے بھی پاکستان کو اسلام کا گہوارہ نہیں بنایا۔ اگر ہم نے پاکستان میں اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام قائم کیا ہوتا تو پھر ان مسائل سے نمٹنے کے لیے ہمارے پاس اخلاقی جواز ہوتا۔ بہرحال جو گروہ ان سرگرمیوں میں ملوث ہیں وہ پاکستان کے وفادار ہیں نہ اسلام کے۔ اگر اس ملک میں یکسو ہو کر اسلام نافذ کر دیا جائے تو قرآن حکیم میں فساد اور محاربہ کی حدود بڑی واضح ہیں۔ اسلامی مملکت اور اسلامی حکومت کے خلاف ایسی کارروائی پر اللہ تعالیٰ نے سزائیں مقرر کر دی ہیں۔ اسلامی حکومت کی صورت میں ہمارے لیے ان مسائل سے نمٹنا آسان ہوتا۔ ہماری حکومتیں (مارشل لاء یا جمہوری) یکسو ہی نہیں ہو سکیں کہ ان معاملات سے نمٹنا کیسے ہے۔ ہم خود موقع دے رہے ہیں کہ لوگ پاکستان اور اسلام کو بدنام کریں۔ حملہ چرچ پر ہی نہیں ہوا، اس سے پہلے پریڈ لائن کی مسجد پر بھی بہت بڑا حملہ ہوا تھا، وہاں بھی بہت سی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ جب ہم اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی بجائے اپنے ہی علاقوں پر بمباری کرتے ہیں تو اس سے بھی پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ملک میں اسلام نافذ کریں اور اسلامی سزائیں نافذ کریں، پھر جو بھی فساد برپا کرے اس کے خلاف قوانین کے تحت ایکشن لیا جائے۔

ایک اسلامی حکومت اقلیتوں کے حقوق کی بھی ذمہ دار ہوتی ہے۔ جزیہ کا ذکر ہم بڑے غلط انداز سے کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کی تاریخ تو یہ رہی ہے کہ اگر کوئی اسلامی حکومت اقلیتوں کو تحفظ نہیں دے سکی تو ان کا جزیہ واپس کر دیا گیا۔ عدالتوں نے فیصلے دیئے کہ ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو جو ان سے جزیہ لیا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ اسلامی حکومت اقلیتوں کے تحفظ کی پوری پوری ذمہ دار ہوتی ہے۔ ہمارے بیرونی دشمن اسرائیل ہو یا ''موساد'' ہو یا انڈیا کی ''را'' ہو وہ ہمارے ہی کچھ لوگوں کو استعمال کر کے پاکستان اور اسلام دونوں کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ پاکستان میں اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام قائم ہو اور ہم امن و چین سے زندگی بسر کر سکیں۔

سوال: حکومت کے پاس دو ہی آپشن ہیں: مذاکرات یا فوجی ایکشن۔ ان حالات میں تو دونوں ہی قابل عمل نہیں لگتے۔ پھر کیا کیا جائے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جب بھی کسی ملک میں بدامنی ہوتی ہے اس کا جواب اس طرح تلاش نہیں کیا جاتا کہ ہم مذاکرات کریں یا فوجی ایکشن لیں، بلکہ اس کے لیے صحیح طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ بدامنی کی وجوہات کو بھی دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص قانون توڑتے ہوئے پکڑا جاتا ہے تو اس کو عبرت ناک سزا دی جاتی ہے لیکن ساتھ ساتھ بنیادی وجوہات (جن کی وجہ سے بدامنی ہوتی ہے) کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پھر وہ طبقات جو بدامنی کا باعث بنتے یا ذریعہ ہوتے ہیں ان کا بھی راستہ روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، تاکہ لوگ ان قوتوں کے ہاتھ میں کھلونا نہ بن جائیں۔

سوال: حکومت کی طرف سے طالبان سے مذاکرات کے ارادے کے بعد اعلیٰ فوجی افسران اور پھر چرچ پر حملے سے کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ حکومت کو تحریک طالبان کے خلاف فوجی آپریشن کی طرف دھکیلا جا رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ جب اے پی سی میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ مذاکرات کیے جائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ ان مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ آج کے دور میں کوئی معاملہ بھی لوکل نہیں رہا، تمام معاملے کسی نہ کسی طریقہ سے گلوبل صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ بیرونی طاقتوں کی کارروائی ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہ حکومت یا ہمارے سیاسی قائدین آل پارٹیز کانفرنس میں مذاکرات کا فیصلہ کرنے کے بعد یہ سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی ہمیں بڑی سہولت سے مذاکرات کرنے دے گا، راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی، کوئی مسئلہ نہیں ہوگا، کوئی ملک، کوئی قوم یا کوئی گروہ اس میں رکاوٹ نہیں بنے گا تو اس سے زیادہ احمقانہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ اس کو سبوتاژ کرنے کے لیے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے جائیں گے۔ ہمارے دشمن یورپ کو ہمارے خلاف کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور امریکہ بھی یہی چاہتا ہے۔ امریکہ جو اپنے ملک میں نائن الیون کا ڈرامہ رچا سکتا ہے، اسے پاکستان کے عیسائیوں کو مارنے میں کیا رکاوٹ ہوگی۔ لہٰذا یہ بات یقینی طور پر کسی ایسے گروپ کی کارروائی ہے جو ملک میں بدامنی چاہتا ہے۔ مسلمان بھی اگر اس میں ملوث ہیں تو اصل بات یہی ہے کہ یہ کارروائیاں غیروں کی ایما پر مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کے لیے کی گئی ہیں۔

سوال: تحریک طالبان کی طرف سے یہ بیان آیا ہے کہ چرچ حملہ مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی سازش ہے۔ کیا صوبہ خیبر میں 200 سے زائد بم دھماکے اور خودکش حملے بھی سازش تھے اور تحریک طالبان میں شامل تمام گروپ معصوم اور دودھ سے دھلے ہوئے ہیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: یہاں آپ دو چیزوں کو گڈمڈ کر رہے ہیں۔ جو 200 حملے آپ گنوا رہے ہیں ان کی ایک تاریخ ہے۔ پچھلی حکومت کا اس معاملے میں اپنا سٹینڈ تھا اب خیبر میں تحریک انصاف کی حکومت کا اپنا مؤقف ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان معاملات کو مذاکرات کے ذریعے حل کیا جائے۔ لہٰذا سابقہ صوبائی حکومت کی پالیسی اور موجودہ حکومت کی پالیسی کو گڈمڈ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اے پی سی میں تمام سیاسی جماعتیں اور ہماری فوجی قیادت اس معاملے میں یکسو ہوئے کہ ہم

مذاکرات کریں گے۔ دوسری طرف اس حقیقت کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ تحریک طالبان ایک گروہ نہیں ہے کہ جن کا ایک سربراہ ہو اور آپ اس سے مذاکرات کرنے جا رہے ہیں۔ کسی دہشت گردانہ کارروائی کے بعد کہا جاتا ہے کہ تحریکِ طالبان نے ذمہ داری قبول کرلی۔ تحریک طالبان کے کس گروہ نے ذمہ داری قبول کی یہ واضح نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ واقعتاً پریشان کن ہے۔ اس وقت تحریک طالبان کے کئی گروپ ہیں جن میں مختلف عناصر شامل ہیں۔ ان میں پاکستان سے بھاگے ہوئے مجرم بھی ہیں، باہر کی ایجنسیوں کے پروردہ لوگ بھی شامل ہیں اور بے شمار ریمنڈ ڈیوس بھی ان میں پھر رہے ہیں۔ ہر گروہ کے اپنے الگ الگ ایجنڈے ہیں۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر بھی حملے کر دیتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ تحریک طالبان دودھ سے دھلے ہوئے ہیں اور وہ سارے پاکباز لوگ ہیں۔ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ تحریک طالبان کا نام لے کر بہت سے لوگ پاکستان اور اسلام کو بدنام کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ لہٰذا اب اگر حکومت مذاکرات کے حوالے سے یکسو ہوئی ہے تو اس موقع پر ڈھیل دکھانے سے دشمن کو رکاوٹیں ڈالنے میں آسانی ہوگی۔ جیسا کہ ابھی نواز شریف کا بیان آ گیا کہ ہمیں اب کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ وہ پہلے ہی مرحلے پر اپنی بنائی ہوئی پالیسی کو ڈی ریل کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ حکومت نے جو پالیسی بنائی ہے اس پہ یکسو ہو کر ایسی رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت نے پہلے سے کوئی ہوم ورک نہیں کیا۔ حالانکہ مذاکرات کے اعلان سے پہلے کچھ بنیادی کام ہونا چاہیے تھا۔ یہ طے ہونا چاہیے تھا کہ کن لوگوں سے مذاکرات کیے جائیں۔ اگر واقعی مذاکرات ایک دفعہ چل پڑیں گے تو پھر اس میں رکاوٹ ڈالنے والے عناصر کے خلاف ایکشن لینا بھی آسان ہو جائے گا۔ مذاکرات کے لیے کوئی واضح فریم ورک نہیں بنا۔ بیک ڈور مذاکرات کا ذکر کیا جا رہا ہے، وہ بھی ابھی صحیح طور پر واضح نہیں ہوئے۔ حکومت ابھی اس تذبذب سے نکل ہی نہیں سکی کہ آگے جائے یا پیچھے۔ اس معاملے میں تحریکِ انصاف کا سٹینڈ قدرے بہتر ہے۔ وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ ہمیں پیش رفت کرنی چاہیے اور اس پیش رفت کے نتیجے میں جو فسادی عناصر ہوں گے وہ علیحدہ ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ جن گروپوں سے مذاکرات کر رہے ہوں گے انہی کی مدد سے خرابی پیدا کرنے والوں کے خلاف کارروائی ہو سکے گی۔

ایوب بیگ مرزا : آج کی جنگ میں بنیادی کردار انٹیلی جنس کا ہے۔ ہماری انٹیلی جنس کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان میں سے کون کون سے گروپ مخلص اور پرو پاکستان ہیں اور کون محض غلط فہمیوں کی بنا پر دشمن کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ عمران خان کی طرف سے ایک بڑا اہم بیان آیا ہے کہ آپ اصلی طالبان سے مذاکرات کریں، جعلی طالبان خود بخود تنہا رہ جائیں گے۔

سوال : آرمی آفیسرز اور چرچ پر حملہ کے واقعات کیا مذاکرات سے انکار کے مترادف نہیں ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ یہ کارروائیاں کی کس نے ہیں۔ حکومت کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دو کشتیوں پر پاؤں رکھ رہی ہے۔ وہ نہ آگے بڑھتی ہے، نہ پیچھے ہٹتی ہے۔ خاص طور پر آپ نے جن دو واقعات کا ذکر کیا ان دونوں کے ڈانڈے افغانستان سے مل رہے ہیں۔ ہمیں افغانستان کو ثبوت فراہم کر کے اس معاملے پر احتجاج کرنا چاہیے۔ لیکن ماضی گواہ ہے کہ ہم کسی معاملے پر احتجاج کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : دونوں واقعات کو آپ الگ کر کے دیکھیں تو بات واضح ہو جائے گی۔ چرچ پر حملے کا جو واقعہ ہوا ہے اس کی طالبان نے بھی مخالفت کی ہے، القاعدہ نے بھی مخالفت کی ہے۔ ایمن الظواہری کا بیان بھی آ گیا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں پر حملے نہ کیے جائیں۔ ملا عمر کا بیان بھی آن دی ریکارڈ ہے کہ پاکستان کی فوجی قوتوں کے خلاف ایکشن نہ کیا جائے۔ لہٰذا بات تو واضح ہو گئی کہ یہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں۔ افغانستان کی حکومت سے احتجاج کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ کرزئی حکومت کا دائرہ اثر کابل سے باہر ہے ہی نہیں۔ کابل کے ریڈ زون کے اندر ہی ان کا کچھ اختیار ہو گا۔ ہمارے بارڈر کے ساتھ ساتھ انڈیا نے جو اپنے قونصلیٹ خانے قائم کر دیے ہیں یہ حرکتیں ان کے گروپ کر رہے یا کروا رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جونہی مذاکرات کا اعلان ہوا اعلیٰ فوجی افسر جو واپس آ رہے تھے ان کے قافلے پر حملہ کر دیا گیا۔ اسی طرح چرچ کے واقعہ سے تحریک طالبان نے بھی براءت کا اعلان کیا۔ القاعدہ نے بھی اس کو قبول نہیں کیا۔ یہ ایک الگ گروپ ہے جنہوں نے اس کو قبول کیا ہے۔ لہٰذا اس واقعہ کا حوالہ دے کر ہمیں تحریک طالبان کے پانچ یا چھ درجن گروپوں سے مذاکرات کے آپشن کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت نے سوچ سمجھ کر سٹینڈ لیا ہے اور جس لائن پر چلنے کا فیصلہ کیا ہے اگر وہ فوراً اس لائن کو چھوڑ دے اور مذاکرات سے براءت کا اعلان کر دے، تو یہ تو طرزِ عمل ٹھیک نہیں ہوگا۔

سوال : نواز شریف چین گئے تو نانگا پربت پر چینی سیاحوں کو مار دیا گیا اور اب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کے لیے جانے لگے تو چرچ پر حملہ کر دیا گیا۔ ان حالات میں اب حکومت کے پاس کیا آپشنز باقی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : ان معاملات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان اور اسلام دشمن بیرونی واندرونی قوتیں پاکستان کو ترقی کرتے، آگے بڑھتے اور بڑی طاقتوں سے اچھے تعلقات بناتے ہوئے نہیں دیکھ سکتیں۔ چین کا معاملہ پہلی دفعہ نہیں ہوا، اس سے پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا۔ چین کے انجینئروں کو اغوا کر کے ان کا قتل کیا گیا۔ چینی مزدوروں کو مارا گیا۔ وزیراعظم کے دورۂ چین کے موقع پر اس واقعہ کے ہونے سے چین اور پاکستان کا معاملہ بگڑ سکتا تھا، لیکن آپ ایک بات نوٹ کیجیے کہ پہلے بھی کئی چینی مارے گئے اور چین اس کے باوجود پاکستان سے اپنے تعلقات میں سرد مہری نہیں لایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چین کی انٹیلی جنس ہمیں بتاتی ہے کہ یہ پاکستان کے دشمنوں کی کارروائی ہے، جو پاکستان اور چین کے تعلقات خراب کرنا چاہتے ہیں۔ چین اس بات کو سمجھتا ہے، وگرنہ جس طرح چینیوں کو مارا گیا ہے انہیں پاکستان کے ساتھ بالکل لاتعلق ہو جانا چاہیے تھا۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ ایسا کسی منصوبہ بندی کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ جب نواز شریف چین جاتے ہیں تو چینیوں کو مارا جاتا ہے۔ جب امریکہ و یورپ جاتے ہیں تو عیسائیوں کو مارا جاتا ہے۔ ان واقعات سے یہ بات مزید اجاگر ہوتی ہے کہ پاکستان دشمن قوتیں یہ کارروائیاں کرتی ہیں۔ یورپین ہماری وضاحت اس لیے نہیں مانتے کہ امریکہ خود پاکستان کو دیوار سے لگانے کے معاملے میں انڈیا کا ساتھی ہے۔

سوال : سابق آرمی چیف جنرل اسلم بیگ نے کہا ہے پشاور میں چرچ پر حملے کی ذمہ داری طالبان پر ڈالنا درست نہیں۔ یہ فتنہ انگیز کارروائی القاعدہ کی بھی ہو سکتی ہے۔ انٹیلی جنس ذرائع یہ بھی کہتے ہیں کہ القاعدہ پاکستان میں

جنداللہ کے نام سے سرگرم عمل ہے اور اسی گروپ نے چرچ پر حملے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس پر آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس واقعہ سے تحریک طالبان اور جندالحفصہ سمیت ہر گروپ اعلان براءت کر رہا ہے اور عام طور پر پُر زور انداز میں جیسے ذمہ داری قبول کر لی جاتی ہے اس طرح اس کی ذمہ داری کوئی بھی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ پاکستان میں وہ طبقات جو مذاکرات کے حق میں تھے، اس معاملے میں دفاعی پوزیشن میں چلے گئے ہیں۔ ہم بھی چرچ پر حملہ کی پُر زور مذمت کرتے ہیں یہ واقعہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسلام کی تعلیمات کے حوالے سے اقلیتوں اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ یقینی بنایا جانا چاہیے۔ ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ یہ اتنا چھوٹا واقعہ نہیں ہے جس کی ذمہ داری کوئی قبول کرے۔ جو بھی اسلام کا نام لیوا ہوگا، وہ اس واقعہ کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا۔

سوال: جو سانحہ ہوا ہے کیا اس کے ذمہ داروں کا تعین کرنے کے لیے سچائی کمیشن بنایا جائے گا یا یہ حادثہ بھی اندھے کنویں میں چلا جائے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: حکومت کی ذمہ داری امن وامان قائم کرنا ہے، لہٰذا حکومت اس کا پورا جائزہ لے اور دیکھے کہ کن لوگوں نے یہ کارروائی کی ہے۔ حکومت اس ذمہ داری سے براءت کا اعلان نہیں کر سکتی۔

سوال: پشاور دھماکے کے بعد نواز شریف نے کہا کہ اس طرح کے واقعات کے بعد طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے حکومت آگے بڑھنے سے قاصر ہے۔ کیا نواز شریف کا مذاکرات کے حوالے سے پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے، جبکہ مذاکراتی عمل تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا۔ کیا یہ بیان قبل از وقت نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں پہلے اپنی سابقہ گفتگو میں ایک تشنگی کو دور کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام میں معصوم لوگوں کی جانیں لینا وہ چاہے عبادت گاہ کے اندر ہوں یا باہر انتہائی قابل مذمت فعل ہے۔ میں اس کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ درندگی اور انسانیت سوز عمل ہے۔ ہمارا تعلق اس مذہب سے ہے جو کسی معصوم پر ہاتھ اُٹھانے کی بالکل اجازت نہیں دیتا، جو عورت پر ہاتھ اُٹھانے کی مخالفت کرتا ہے (البتہ ایسی عورت پر ہاتھ اُٹھایا جا سکتا ہے جو بذاتِ خود میدانِ جنگ میں مسلمانوں پر حملہ کر رہی ہو)۔ اتنی احتیاط ہے کہ درختوں کو بھی نہ کاٹو اگر وہ تمہارے راستے میں حائل نہیں ہو رہے۔ ہم اس عظیم الشان مذہب کے پیروکار ہیں۔ لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اس درندگی کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ اب آئیے، سوال کی طرف کہ نواز شریف نے مذاکرات سے فوراً منہ موڑنے کی جو بات کی ہے، یہ افسوس ناک ہے۔ نجم سیٹھی صاحب نے فوجی آفیسرز کی شہادت سے بھی پہلے یہ کہہ دیا تھا کہ ''نواز شریف سیاست کر رہے ہیں۔ وہ کچھ دن مذاکرات مذاکرات کریں گے، پھر کچھ واقعات ہوں گے اور وہ کہہ دیں گے کہ ہم مجبور ہیں، ہم مذاکرات نہیں کر سکتے۔'' میں نے اس وقت یہ سمجھا تھا کہ نجم سیٹھی نواز شریف کے ساتھ بڑی زیادتی کر رہے ہیں، کیونکہ آل پارٹیز کانفرنس میں طالبان سے مذاکرات بارے اتفاق رائے کے نتیجے میں نواز شریف بڑی سنجیدگی کے ساتھ مذاکرات کریں گے۔ یہ نجم سیٹھی کی اپنی ذاتی خواہش ہے کہ مذاکرات نہ ہوں اور طالبان پر اندھا دھند تشدد ہونا چاہیے۔ لیکن دہشت گردی کے حالیہ واقعہ کے فوراً بعد نواز شریف نے جس طرح طالبان کا باقاعدہ نام لے کر کہا کہ اب طالبان سے بات نہیں ہو سکتی، اس سے سیٹھی کی بات وزنی معلوم ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کون سی ایسی انٹیلی جنس رپورٹ انہیں چند گھنٹوں میں راستے میں مل گئی، جس نے یہ پختگی سے انہیں بتا دیا تھا کہ یہ کارروائی کرنے والے طالبان ہیں۔ پھر یہ کہ ان واقعات کی تو تحریک طالبان نے ذمہ داری بھی قبول نہیں کی لہٰذا بغیر کسی تحقیق و تفتیش کے یہ کہہ دینا کہ اب مذاکرات کرنے کے معاملے میں ہم آگے بڑھنے سے قاصر ہیں، اس سے یہی لگتا ہے کہ حکومت نے صرف عوام کو دکھانے کے لیے مذاکرات کی بات کی۔ اگر ایسا ہی ہے، تو یہ بہت غلط سوچ ہے۔ پختون علاقے کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ کوئی انھیں آج تک فتح نہیں کر سکا۔ عمران خان نے ایک جگہ کہا ہے کہ نو سال آپ نے جنگ کر کے دیکھ لیا، نو سال اور کر کے دیکھ لیں آپ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ میں یہ کہتا ہوں نو سال نہیں آپ نوے سال یہ کوشش کر کے دیکھ لیں، ریاستی قوت کے ساتھ ان کو مکمل طور پر دبا دینا ممکن نہیں ہے۔ ہمیں مذاکرات کا راستہ ہی اختیار کرنا ہوگا۔ بہرحال دوسرے فریق کو بھی اس حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا، وگرنہ بچیں گے وہ بھی نہیں، مارے وہ بھی جائیں گے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں فریق اس حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کریں۔ مذاکرات کے سوا دوسرا کوئی حل نہیں۔ برطانیہ نے آزما کر دیکھ لیا، سوویت یونین نے آزما کر دیکھ لیا، امریکہ نے آزما کر دیکھ لیا۔ وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ پاکستان کیسے ان پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

سوال: عیسائیوں پر پہلے گوجرہ، پھر لاہور اور اب پشاور میں حملے کیے گئے ہیں۔ یہ بتائیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کو تحفظ کیسے ملے گا۔ ہمارا دین اس حوالے سے ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس کا راستہ یہ ہے کہ واقعی یہ ملک اسلامی ریاست بن جائے۔ اگر ہم یہاں دین اسلام نافذ کر دیں تو سب کو تحفظ مل جائے گا۔ اسلام سلامتی کا دین ہے۔ اسلام میں جنگ و صلح کے قوانین بڑے واضح ہیں۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جنگ کے قوانین بڑے عادلانہ ہیں۔ جو مقابلے میں نہ آئے وہ دشمن ہے ہی نہیں۔ اگر دشمن سے صلح کا معاہدہ ہے تو اس کا احترام کیا جائے گا۔ اسی طرح اسلامی ملک میں اگر غیر مسلم رہ رہے ہیں، خواہ وہ عیسائی ہوں، ہندو ہوں، سکھ ہوں ان سے ہمارا ایک عمرانی اور سماجی معاہدہ موجود ہے اور عہد و معاہدہ کی پابندی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم بڑا واضح ہے کہ وعدے کو پورا کیا کرو کہ اس بارے میں سوال ہوگا۔ وہ عہد چاہے مسلمانوں سے ہو، یا غیر مسلموں سے ہو یا چاہے کسی متحارب قوت سے ہو اس عہد کی پاسداری لازم ہے۔ دین اسلام میں اقلیتوں کے تحفظ کے احکامات بڑے واضح ہیں۔ جب یروشلم فتح ہوا اور ظہر کی نماز کا وقت آیا تو عیسائیوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ نماز ہمارے چرچ میں ادا کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر میں نے یہاں نماز پڑھ لی تو بعد میں مسلمان کہیں اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ لہٰذا انہوں نے باہر نکل کر ایک چٹان پر نماز ادا کی۔ ہمارے دین میں عبادت گاہوں کا تحفظ اس حد تک ہے کہ غالب قوت ہوتے ہوئے بھی حضرت عمرؓ نے اس چیز کو پسند نہیں کیا۔ ہمارے دین میں صلح و جنگ کے احکامات بہت واضح اور بہت عادلانہ ہیں۔ اسلام سلامتی کا دین ہے۔ لہٰذا ہم یہ توقع کر ہی نہیں سکتے کہ اسلام نافذ ہو اور پھر بھی کسی اقلیت پر ان کی عبادت گاہ کے باہر بھی زیادتی ہو، چہ جائیکہ چرچ کے اندر انہیں نشانہ بنایا جائے۔ ہمیں ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھنی چاہیے۔ اسلامی ریاست میں ان کو پوری مذہبی آزادی اور پورا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ یہی اسلام کی تعلیمات ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی ریاست بنانے پر توجہ دیں۔ [مرتب: فرقان دانش]

سید احمد شہیدؒ

فرقان دانش

سید احمد شہید صفر 1201ھ یعنی تیرہویں صدی ہجری کے بالکل ابتدا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ تحصیل علم سے زیادہ ''جہاد'' اور اس سے متعلقہ کھیلوں کا شوق تھا۔ عنفوان شباب میں والد محترم کا انتقال ہوگیا تو اپنے چند عزیزوں اور ہم وطنوں کے ہمراہ جو ملازمت کے طلبگار تھے سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں لکھنؤ کا سفر کیا وہاں جتنی آسامیاں خالی ملیں خود لینے کی بجائے انہی عزیزوں اور ہم وطنوں کو دلا دیں اور خود تحصیل علم اور تکمیل سلوک کے لیے شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں دہلی چلے آئے۔ وہاں سے زندگی کا وہ سفر شروع ہوا جو خاص آپ کے لیے ازل سے مقدر ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ اپنے وطن میں قیام کر کے 1226ھ میں دوبارہ دہلی تشریف لائے، پھر اگلے سال 1227ھ میں نواب امیر خاں کے لشکر میں شمولیت کے لیے چلے گئے جو اس وقت وسط ہند میں بعض ہندو راجاؤں سے برسرپیکار تھے۔

آپ لشکر میں ضرورت مندوں اور پریشان حالوں کی دلجوئی فرماتے، عقیدہ صحیحہ کی تعلیم فرماتے، خلاف شرع اُمور سے توبہ کراتے، ارکان و فرائض کی پابندی کا اقرار لیتے، آپ کوشش فرماتے کہ یہ لشکر صرف علاقوں کا فاتح نہ ہو بلکہ قلوب انسانی کا بھی فاتح ہو۔ سید صاحب کم از کم چھ سال تک اس لشکر میں نواب امیر خاں کی رفاقت میں رہے اور ہر طرح سے ان کا ساتھ دیتے رہے مگر پھر جب نواب امیر خاں بعض داخلی اور خارجی وجوہات کی بنا پر انگریزوں سے مصالحت کر بیٹھے تب سید صاحب نے نواب صاحب کے لشکر کو چھوڑ دیا۔

آپ دوبارہ اپنے مرکز دہلی شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں تشریف لائے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی یہ ساری سرگرمیاں حضرت عبدالعزیزؒ کی آرزو و خواہش اور مشاورت کے ساتھ تھیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں حکومتِ الٰہیہ کا جو نقشہ پیش کیا تھا اب ان کے صاحبزادے اور جانشین شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اپنے ایک قابل فخر، صاحب عزم و ہمت مرید سید احمد شہیدؒ کے ذریعے حکومت الٰہیہ کے نقشے کو عملی نفاذ کی شکل دینا چاہتے تھے اور بہت سی ظاہری و باطنی وجوہات سے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ سید احمد شہیدؒ ہی اس مہم کی انجام دہی کے لیے موزوں و مناسب ہیں اور قدرت الٰہی بھی انہی کو اس عظیم خدمت کے لیے منتخب کر چکی ہے۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کی بحالی اور شرعی نظام کا اجراء ان کا محبوب ترین نصب العین تھا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد ان کی تحریک کو سید احمد شہیدؒ نے آگے بڑھایا۔ شاہ اسماعیل، محمد یوسف اور شاہ عبدالحئی آپ کی بیعت میں شامل ہوگئے۔ سید صاحب مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے بے حد متاثر تھے۔ سید صاحب نے مسلمانوں میں رائج فضول رسوم کو ختم کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ اسی دوران سکھوں کے مظالم نے مسلمانوں میں ان کی اسلامی حمیت کو بیدار کیا۔ سید احمد شہید نے اپنے ساتھیوں کو جہاد پر آمادہ کیا۔ اس تحریک کو ''تحریک مجاہدین'' کا نام دیا گیا۔ اس تحریک کے دیگر مقاصد سے اہم مقاصد درج ذیل تھے۔

اسلامی حکومت کا قیام، جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین، مسلمانوں میں بدعتوں کا خاتمہ کرنا

سید صاحب نے سہارن پور، رام پور، بنارس اور لکھنو جیسے شہروں کے دورے کیے۔ 1821ء میں سید صاحب نے حج کیا اور دو سال تک وہاں قیام کیا۔ مکہ معظمہ سے واپسی پر سید صاحب نے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ انہوں نے بعض نوابوں کو اس مقصد کے لیے راضی کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد خود اپنے پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ 17 جنوری 1826ء کو ہندوستان سے ہجرت کرنے کا عہد کر کے کابل کی طرف چل پڑے۔ راستے میں وعظ کرتے اور لوگوں کو جمع کرتے سرحد تک پہنچ گئے۔ اسلامی اقدار اور روایات کے احیاء کے لیے سید احمد شہید پنجاب اور شمال مغربی صوبے سے سکھوں کا اقتدار ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے پنجاب اور سرحد میں جہاد کا آغاز کر دیا۔ بدی کی قوتوں کے خلاف جہاد میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اپنے چھ ہزار پیروکاروں کے ساتھ سید احمد کے ساتھ شریک ہوگئے۔

سید احمد 1826ء میں سندھ میں آئے اور پیر پگاڑو سے مدد کے لیے درخواست کی۔ جنہوں نے اپنے جاں نثار مریدوں کو ان کے لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا جنہیں ''حُر'' کہتے ہیں۔ سید احمدؒ اپنے اہل و عیال کو پیر پگاڑو کی حفاظت اور سپردگی میں دے کر خود جہاد پر روانہ ہو گئے۔ سید احمد شہید دسمبر 1826ء میں نوشہرہ پہنچے اور اسے اپنا مرکز اور صدر مقام بنا لیا۔ سکھوں کے خلاف پہلی جنگ 21 دسمبر 1826ء کو اکوڑہ کے قریب لڑی گئی جس میں سکھوں کو شکست ہوگئی۔ سکھوں کے خلاف دوسری جنگ حضرو کے مقام پر لڑی گئی۔ اس میں بھی مسلمان فتح یاب رہے۔ ان فتوحات سے پٹھانوں کی بڑی تعداد متاثر ہوئی اور وہ بھی تحریک جہاد میں شامل ہو گئے۔ مجاہدین کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ 1830ء میں پشاور پر مجاہدین کا قبضہ ہو گیا۔ سید صاحب کو ابتدائی فتوحات کے بعد امیر المومنین تسلیم کر لیا گیا اور مفتوحہ علاقوں میں اسلامی قوانین نافذ کر دیئے گئے۔

سکھ راجہ رنجیت سنگھ نے سید صاحب کے خلاف اندرونی اور بیرونی محاذ کھول دیئے۔ ایک طرف اپنے فرانسیسی جرنیل ونٹورا کو فوجیں دے کر بھیجا اور دوسری جانب پٹھانوں اور سید صاحب کے ہندوستانی پیروکاروں میں نفرت کے بیج بو دیئے۔ جس کی وجہ سے بعض مقامی پٹھانوں نے بے وفائی کی۔ ابتداء میں تحریک جہاد بہت کامیابی سے جاری تھی لیکن فوراً ہی سید احمد کے خلاف سازشیں شروع ہوگئیں۔ کچھ قبائلی سرداروں نے آپ کو زہر دے کر قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار یار محمد اور اس کے بھائی سلطان محمد کو رشوت دی، تاکہ وہ سید احمد شہید کے خلاف سازش کریں۔ سرداروں کی نافرمانیوں کی وجہ سے سید احمد شہید بہت نا اُمید اور مایوس ہوگئے۔ سید احمد نے بالاکوٹ کو اپنا نیا صدر مقام بنا لیا۔ اُنھوں نے مظفر آباد سے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا۔ وہاں مجاہدین اور سکھوں کے درمیان سخت معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔

بہرحال 6 مئی 1831ء کو بالاکوٹ اور مٹی کوٹ کے درمیان رنجیت سنگھ کے بیٹے شیر سنگھ سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں طرف سے بہت سارے لوگ مارے گئے اور اسی جنگ میں سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید دونوں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ہزاروں مجاہدین میں سے صرف تین سو زندہ بچے اور اس طرح اپنوں کی بے وفائی اور غداری کی وجہ سے سید احمد شہید کی خلافت ختم ہوگئی اور اسلامی ریاست قائم کرنے کا ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام سہ ماہی دعوتی اجتماع

تنظیم اسلامی کے تحت رفقاء کی فکری وعملی تربیت کے لئے وقتاً فوقتاً دعوتی وتربیتی اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں 8 ستمبر کو حلقہ ملاکنڈ کے تحت دفتر تیمر گرہ میں ایک سہ ماہی دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز صبح ساڑھے آٹھ بجے ممتاز بخت کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ الصف اور سورۃ التوبہ کی چند آیات کی روشنی میں انقلابی جماعت اور اس کے کارکنان کے اوصاف مدلل انداز میں بیان کئے اور ساتھ ہی واضح کیا کہ ہم نے امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے، اُس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی جان ومال اقامت دین کے لئے لگائیں۔ ہمیں چاہیے کہ دین کی نشرواشاعت اور غلبہ کے کام کو دنیا کے ہر کام پر ترجیح دیں۔ درس قرآن کے بعد ''عبادت رب کے تقاضے'' پر نوجوان رفیق عالم دین محترم امین سواتی نے پُرمغز بیان کیا۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ اللہ کی دھرتی پر غیر اللہ کا نظام نافذ ہے، مگر ہم اسے بدلنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے واضح کیا کہ انفرادی زندگی میں تقویٰ وتدین کے حصول کی کوششوں کے ساتھ ساتھ غلبۂ دین کی محنت بھی ایمان کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے۔ لہٰذا یہ محنت جاری رہنی چاہیے۔ اس کے بعد وقفہ ہوا۔ پروگرام کی آخری نشست میں تنظیم اسلامی واڑی کے رفیق حافظ احسان اللہ نے ''نظام عدل وقسط کے قیام کا طریقہ کار'' بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے آپؐ کی زندگی مینارۂ نور ہے، اقامت دین کے لئے طریق کار بھی ہمیں سنت رسول سے ملتا ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ منہج انقلاب کو سیرۃ مطہرہ کی روشنی میں سمجھیں اور اُسے ہی اختیار کریں۔ آپؐ نے تنہا دعوت حق کا آغاز فرمایا، پھر جن لوگوں نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا، انہیں جماعت بنایا، اس جماعت کے کارکنان کی قرآن کے ذریعے تربیت کی۔ انہیں صبر کا خوگر بنایا۔ بالآخر یہی جماعت طاغوت سے ٹکرا گئی اور خدا کا دین غالب ہو گیا۔ مسلمانوں کے لئے آپؐ کی سیرۃ مطہرہ زندگی کے ہر معاملے میں رہنما ہے۔ ہمیں پورے شعور سے اُس سے رہنمائی لینی چاہیے۔ آخر میں امراء ونقباء کے ساتھ ناظم حلقہ کی مجلس مشاورت ہوئی۔ اس مجلس میں امیر حلقہ خیبر پی کے جنوبی میجر (ر) فتح محمد بھی موجود تھے۔ اُن کے قیمتی مشوروں سے بھی رفقاء مستفید ہوئے۔ نماز ظہر کے بعد اجتماع کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی وجہد کو قبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: ابوکلیم نبی محسن)

تناظیم ملتان شہر کی مشترکہ شب بیداری

ملتان شہر کی 5 تناظیم کی مشترکہ شب بیداری 21 اور 22 ستمبر کی درمیانی شب قرطبہ مسجد گارڈن ٹاؤن ملتان کینٹ میں منعقد ہوئی۔ نماز مغرب سے قبل ہی رفقاء قرطبہ مسجد میں جمع ہونے لگے۔ نماز مغرب کے بعد امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے سورۃ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کی روشنی میں ''امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل'' پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اِن کی آیات مبارکہ میں امت مسلمہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین نکاتی لائحہ عمل دیا ہے۔ اپنی گفتگو کے آغاز میں انہوں نے امت مسلمہ کی پستی اور ذلت ونکبت کا ذکر کیا، اور واضح کیا کہ امت مسلمہ کا اپنا نصب العین ہے۔ اس نصب العین کا حصول ہمارا مقصد زندگی ہونا چاہیے۔ اس نصب العین کو ہم اس سہ نکاتی لائحہ عمل پر عمل کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ہر شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنی زندگی سے اللہ کی معصیت کو نکال دے۔ اللہ کی کتاب سے جڑ جائے اور افتراق سے بچے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے۔ اس کے بعد ملتان شہر کے امیر عرفان بٹ نے تعلق مع اللہ کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک سچا داعی بننا چاہیے اور ایک داعی کے لئے تعلق مع اللہ کی مضبوطی از حد ضروری ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہر اطاعت پر اللہ کی اطاعت کو فوقیت دیں، نماز میں خشوع وخضوع اختیار کریں، تلاوت قرآن کی پابندی کریں، مسنون اذکار کا اہتمام کریں، قیام اللیل تہجد کی عادت ڈالیں اور موت کو کثرت سے یاد کریں۔ بعد نماز عشاء امیر مقامی تنظیم نیو ملتان محمد عطاء اللہ خان نے تصور سنت پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ سنت حضورﷺ کا مبارک طریق زندگی ہے۔ ہمیں زندگی کے ہر معاملے میں سنت وسیرت مطہرہ سے رہنمائی لینی چاہیے۔ امیر مقامی تنظیم ملتان کینٹ محمد سلیم اختر نے فکر تنظیم کی وضاحت کی، اور ٹیپو سلطان کے متعلق علامہ اقبال کی ایک نظم بھی سنائی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دین کے جامع تصور کو اختیار کیا جائے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور کامل رہنمائی ہے۔ اسی میں ہماری نجات ہے۔ پروگرام کے آخر میں امیر مقامی تنظیم ممتاز آباد شاہ ورحسین نے ایک دعائے مسنونہ شرکاء کو یاد کرائی۔ اس پروگرام میں تقریباً 170 رفقاء نے شرکت کی۔ آخر میں رفقاء کو کھانا کھلایا گیا۔ رات گیارہ بجے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا اور رفقاء گھروں کو روانہ ہوئے۔ (مرتب: شوکت حسین انصاری)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

''باغ آزاد کشمیر'' میں

یکم تا 3 نومبر 2013ء

(بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

امراء ونقباء تربیتی ومشاورتی اجتماع

اور

''قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی'' میں

26 اکتوبر تا 01 نومبر 2013ء

(بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ نماز جمعہ تک)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ امراء ونقباء اور رفقاء متعلقہ پروگرام میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ (باغ): 0301-5190998/0300-7879787

برائے رابطہ (کراچی): 0345-2789591/021-36311223

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638 0332-4178275

حلقہ حیدرآباد میں جناب شفیع محمد لاکھو کا بطور امیر تقرر

امراء و ناظمین حلقہ جات کے تقرر پر ہر تین سال بعد جائزہ و نظر ثانی کے نظام کے تحت حلقہ حیدر آباد کے ارکان شوریٰ، نائب ناظم اعلیٰ اور ناظم اعلیٰ کی آراء کے پیش نظر امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب شفیع محمد لاکھو کو آئندہ تین سال کے لئے حلقہ کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی شمالی میں جناب عارف جمال فیاضی کی بطور قائم مقام امیر ذمہ داری

امیر حلقہ کراچی شمالی جناب شجاع الدین شیخ 11 ستمبر تا 21 اکتوبر 2013ء فریضہ حج کی ادائی کے سلسلہ میں سعودی عرب میں قیام پذیر ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد طے فرمایا کہ اس دوران جناب عارف جمال فیاضی اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ قائم مقام امیر حلقہ کی ذمہ داری بھی ادا کریں گے۔

حلقہ بلوچستان میں جناب محبوب سبحانی کا بطور امیر تقرر

امراء و ناظمین حلقہ جات کے تقرر پر ہر تین سال بعد جائزہ و نظر ثانی کے نظام کے تحت حلقہ بلوچستان کے ارکان شوریٰ، نائب ناظم اعلیٰ اور ناظم اعلیٰ کی آراء کے پیش نظر امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محبوب سبحانی کو آئندہ تین سال کے لئے حلقہ کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''گوجرانوالہ'' میں حافظ محمد افضل کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ گوجرانوالہ کے توسط سے مقامی تنظیم ''گوجرانوالہ'' کے امیر کی طرف سے ذاتی وجوہ کی بنا پر آٹھ/نو ماہ کے لئے مقامی تنظیم کی امارت سے معذرت موصول ہوئی ہے۔ جون 2013ء میں تقرر امیر کے لئے آمدہ آراء کی بنا پر امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب حافظ محمد افضل کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''دروغہ والا'' کا قیام اور اُس میں جناب عارف احمد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور شرقی نے مقامی تنظیم گڑھی شاہو کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور نئی تنظیم ''دروغہ والا'' کے قیام کی سفارش کی ہے۔ نیز مجوزہ مقامی تنظیم دروغہ والا میں تقرر امیر کے لئے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد نئی تنظیم ''دروغہ والا'' کے قیام کی منظوری کے ساتھ جناب عارف احمد کو نئی مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''اسلام آباد شرقی'' میں اعجاز احمد عباسی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ اسلام آباد نے مقامی تنظیم ''اسلام آباد شرقی'' میں تقرر امیر کے لئے اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال کی ہیں۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب اعجاز احمد عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

مقامی تنظیم ''چکوال'' کا قیام اور اُس میں کرنل (ر) عبدالقدیر کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب پوٹھوہار نے منفرد اسرہ چکوال کو مقامی تنظیم کا درجہ دینے اور اس کا امیر مقرر کرنے کی سفارش ارسال کی ہے۔ امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 19 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد مقامی تنظیم ''چکوال'' کے قیام اور کرنل (ر) عبدالقدیر کو اس کا امیر مقرر کرنے کی منظوری فرمائی۔

ضرورت رشتہ

☆ دینی مزاج کے حامل، پچاس سالہ صاحب اولاد شخص کے لئے (اہلیہ کا انتقال ہو چکا ہے) جس کی لاہور میں رہائش اور وسیع کاروبار ہے، دینی مزاج رکھنے والی باپردہ، 35 تا 45 سالہ، بے اولاد بیوہ/مطلقہ/کنواری یا بانجھ خاتون کا رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0307-4444849

☆ امریکہ میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال امریکن نیشنلیٹی، قد 5.5، بی ایس سی آنرز فائنل ائیر کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ (امریکن نیشنلیٹی کے حامل) برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 2-35225791 0300-4853074

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، کوالٹی کنٹرول انسپکٹر کے لئے پڑھے لکھے گھرانے سے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور سے تعلق قابل ترجیح ہوگا۔ برائے رابطہ: 0300-4529664

☆ شیخ برادری سے تعلق رکھنے والے ایک گزیٹڈ آفیسر کو اپنی ایم اے پاس جواں سال بہن کے لئے صالح ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0321-3927777 0323-7936090

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 23 سال (رفیق تنظیم)، کیمیکل انجینئر کے لئے تعلیم یافتہ اور شرعی پردہ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-37520902

☆ ارائیں فیملی کو اپنی 26 سالہ بیٹی، خوبصورت و خوب سیرت، تعلیم ایم اے عربی کے لئے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 37555039

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے دو بیٹوں، عمر 29 (اے سی ایم اے)، عمر 27 سال (الیکٹریکل انجینیئرنگ) برسر روزگار کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0323-4565314

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب پوٹھوہار کے معتمد محمد زمان روڈ ایکسیڈنٹ کی بنا پر شدید زخمی ہو گئے اور زیر علاج ہیں۔ قارئین اور رفقاء سے ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی خانیوال کے رفیق محمد الیاس کی دو بھانجیاں وفات پاگئیں
☆ تنظیم اسلامی گلستان جوہر 2 کے رفیق سید مجاہد علی وفات پاگئے
☆ نارتھ ناظم آباد تنظیم کے رفیق شاہ دانش احمد کے نانا محترم رحلت فرما گئے
☆ مقامی تنظیم پاکپتن کے رفیق علی شیر اور ڈرائیور حلقہ پنجاب شرقی حافظ حاکم علی کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے
☆ تنظیم اسلامی لاہور شمالی کے رفیق نیر سبحانی کے والد وفات پاگئے
☆ رفیق تنظیم اسلامی سمن آباد محمد اسلم ملک کے بھائی حبیب احمد قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

LOSING OUR RELIGION – (Part 1)

(Hajirah Khan)

The meandering mythologies of the Greeks have some insightful truths that are relevant even today. Take Narcissus, handsome and definitely hard-to-get, but really a lonesome fellow. His *raison d'être* was solely gazing at his own image in a still pond. And then he fell for himself – quite literally – and was transformed into a flower. Poor beautiful flower with such an arrogant name. Narcissus was not the only one condemned to become something else. Races before him were condemned to become monkeys. Races after are further at risk of losing their real selves should they choose not to mend their ways. Glory and its grandeur never truly last. In Narcissus's case, glory, which was the cause behind the condemnation was nothing but delusion.

Self-love is the first 'lesson of life' we teach ourselves. "I come first." "I matter." "I'm special." "Why should I care?" The culture around us is no different from what Echo would do for Narcissus. It resonates a subtle and subliminal, almost hypnotic allure, telling us how unique we are: "Because you're worth it." "You should be happy." "Be what you want to be." We hear such feel-good phrases all the time. The curse of our time is nothing but the nuisance of narcissism. Celebration and promotion of the self is the rule of thumb for being a happy 'you.' Rooted behind this hubris is a deep and mocking truth: the other is nothing, because I am everything.

Sayyidna 'Umar bin Khattab (RA), came to the Prophet (SAW) and openly confessed his self-love despite his submission to the faith. And the Prophet told him that you cannot have complete faith unless you love me more than you love yourself. In effect, the Prophet was trying to weed out self-love from Sayyidna 'Umar's personality. Why would he do that? Because self-love is the final hurdle towards fully submitting to faith. It's our self that becomes the ultimate *'ghuroor'*, the ultimate delusion.

Those of us who claim to have full faith in our faith are deeply and darkly in love with our own selves: our narcissism lies in this claim that we have full faith. And these Words should really put our faith in place and perspective:

Say, You have not [yet] believed; but say [instead], 'We have submitted,' for faith has not yet entered your hearts. [49:14]

The same message is echoed in the opening lines of the said chapter: ***"O you who have believed, do not put [yourselves] before Allah and His Messenger but fear Allah" [49:1]***

Today none of us who believe will have the brash honesty to say that we love our selves (two separate words) more than Allah and His Messenger. No one will have the audacity to even believe in that. So shameful. Unthinkable. *Hurmat-e Rasul par jaan bhi qurbaan*. But here's how the dark truth becomes a deeper darkness: because we have believed, we have a right to be in love with our selves even more. I read the Qur'an every day. I take the hijab. I keep my trouser above my ankles. And then we point our finger of shahadah like a dart on to the 'other': tsk tsk, look at her in that skimpy top, look at him chatting away with that girl, sigh, you can only pray for them, he's just a lost cause… on the surface we are innocently indulging in what may think is sorrow for the heedless *ummati.* But deeper inside, there is less sorrow but more satisfaction – rather *schadenfreude* – that I'm not in that skimpy top, I'm not with some random girl, I'm not a lost cause. Poor them, but at least it's not me. I'm (therefore) better than them. This is our delusion, this is our *ghuroor*, this is our hubris. Our arrogance for our own selves at the expense of our fellow Muslims' apparent outlook is not just irksome. It's infectious and injurious for the general well-being of 'our' *ummah* as a whole.

We feel satisfied by the well-known fact that so many people are coming to the deen. But the real sorrow is the ignored fact that so many people are leaving the deen, because of this narcissism of ours. We, who claim to be religious people, are making our fellow *ummatis* lose their religion. We conveniently forget that we all took our sweet, slow time to stumble towards to the deen, understand it, and then fully submit to it. Or so we believe. Yet we are in this rash rush to make all those around us magically and miraculously 'come back to the deen', usually with just one polemical discussion focusing on

what we think is right and wrong. Usually such discussions are tempered with a strange, evangelical zeal which somehow is used to justify the admonition. We are so frantic and desperate for the 'other' to leave the dark side and come to the light (in which we fortunately bask) that we forget to use an important and integral principle: *wisdom.* So many people simply reject the idea of faith because they are 'put off', or rather 'told-off' by religious people. And rightly so; religious people do put people off by showing off this evangelical zeal. One inspiring book, one heartening lecture, one exemplary person is not enough for me to become a master of a truth as complex as faith. With my new-found inspiration, I set out on a mission to call others to my side. But my inspiration is nothing but this: new-found and therefore, half-baked. But more importantly (and I would say detrimentally) it's not just that my message is not motivating enough because of its inadequacy; my message very soon leaves all motivation behind and becomes nothing more but a play of power: I am right, you are wrong, and only one of us can win. It's a match of wills. Each will as undefeatable and indefatigable as the other.

This play of power is what is putting even religious people off by religion. Claimants of religious truth in our day and age range from Dr. Amir Liaquat to Dr. Tahir ul Qadri, and a mass array in between. Each is claiming the truth for their own self. Each is claiming – therefore – that I am better than you. One clarification is necessary: the infamously famous Sunni versus Shia, Salafi versus Sufi, Deobandi versus Barelvi schisms and other such various dichotomies are not the focus of the present discussion. This power-play is ironically running deep within each of these schisms themselves: Sunnis lashing against Sunnis, Shias against Shias, Salafis belitting Salafis, Sufis mocking Sufis and the battle goes relentlessly on… the truth now is not about ideology. It's about power. *"My" truth should triumph.* And this truth is nothing but an empty and usually an autonomous assertion. And an assertion can never wholeheartedly convince and give comfort. And truth – Islam – is a matter of the heart, and should bring comfort.

An ummah is in his own right, Sayyidna Ibrahim – peace upon him – is one of the many from whom we – his greatest grand-children, his ummatis – can find valuable lessons on how to monitor ourselves from this power-play which has developed into narcissism. In the 26th chapter of the Noble Qu'ran, The Poets, Sayyidna Ibrahim in his signature style makes the most comprehensive of prayers beginning from the eighty-third to the eighty-ninth verse. The opening and closing of this discourse is most pertinent to us today.

My Lord, Grant me knowledge/authority/wisdom/ and join me with the righteous. [26:83]

Islam was never of a case of winning others over through assertion.

And had your Lord willed, those on earth would have believed, all of them together. So, will you then compel mankind, until they become believers? [10:99]

Here, Allah is advising His Prophet that as much as he would love to have every single soul seek peace in faith, compelling them would not work. With some, even sensible arguments never helped. They don't even now. Again and again in the Noble Qu'ran, we are told that for some of those who do believe, faith has not 'yet' entered your heart. And no one, none of us, can have the authority to truly and rightly know which heart is true and right enough to have itself submitted peacefully in the peaceful submission of Islam.

Islam, like love – is a matter of the heart. The Prophet (SAW) knew this all too well. Several narrations that were voiced for us – the careless caretakers of the deen – focus on this idea and goal that faith dwells in the domain of the heart. The Prophet did not need to make prayers for purifying his heart. He, like Sayyidna Ibrahim, already had that. He phrased those prayers so that we could also aim to attain a detoxified heart. It is narrated by Sayyidna 'Abdullah bin 'Umar, may Allah be pleased with him, that the Prophet, Allah's peace and blessings upon him, said, ***"Verily the hearts of Adam's progeny lie between the two Fingers of Ar-Rahman, just as one man's heart, and He makes the heart turn in whichever direction He Wills."*** And then the Prophet made this prayer – ***"O Allah, the Turner of hearts, turn our hearts towards Your obedience." [Muslim].***

(To be concluded…